ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ایڈیٹر:محمد حمید کوثر

دسمبر2025ء	12فتح1404ھجری شمسی	جمادی الثانیہ1447ھجری قمری	جلد08 نمبر12

اس شمارہ میں

- غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے اے مِرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو
- دنیا کے اختیار کرنے میں بھلائی اور خوبی ہو
- اسلام کی خوبصورت تعلیم پر عمل سے دنیا کے تمام مسائل کا حل
- سیرت النبی ﷺ: قرآن کریم کے بیان کردہ سیرۃ طیبہ ﷺ کے سات متنوع طریق
- مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات از افاضات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
- تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ:”سرمہ چشم آریہ“
- رد دہریت: زمین پر زندگی کی ابتدا اور خدا کا ”ہاتھ“ (قسط چہارم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے خدا ملنے کی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یَفِیضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهُ أَحَدٌ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم۔۔۔ حدیث: 4078) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا بھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ جو ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 365)

(پیغام بر موقعہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن روحانی خزائن بتاریخ 10-8-2008 لندن)

ماہنامہ موازنۂ مذاہب

جلد08 شمارہ 12 فتح 1404ھجری شمسی، جمادی الثانیہ 1447 ھجری قمری بمطابق **دسمبر** 2025ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	**اداریہ ؛ غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے اے مرے فلسفیو! زور دعا دیکھو تو**	2
2	ارشاد باری تعالیٰ : دنیا کے اختیار کرنے میں بھلائی اور خوبی ہو	12
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے	13
4	امام الکلام: تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے	15
5	کلام الامام؛اسلام کی تعلیم پر عمل دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	17
6	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ قرآن کریم کے بیان کردہ سیرۃ طیبہ ﷺ کے سات متنوع طریق: سید میر محمود احمد ناصر	19
7	مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات از افاضات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز: مرسلہ: ع۔س۔اختر	39
8	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام؛ ”سرمہ چشم آریہ“ : اے۔ولیم	52
9	ہستی باری تعالیٰ کی ایک دلیل: ابو صریر	70
10	ردّ دہریت : زمین پر زندگی کی ابتداء اور خدا کا”ہاتھ“(قسط چہارم) : وسیمہ اپل (آسٹریلیا)	74
11	اشاریہ؛رسالہ موازنۂ مذاہب جلد08 جنوری2025ء تا دسمبر2025ء: مرتبہ ابن لیاقت	86

Office Magazine Muwazna-e-Madhahib
Mohalla Ahmadiyya Qadian
Dt. Gurdaspur-143516
Punjab, India
Email: nashroishaat@qadian.in
Tel: +91-9915557537

اداریہ:

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے　　　اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ۔ (النمل: 63)

یا پھر وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دُور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔ **کیا اللہ کے ساتھ کوئی اَور معبود ہے۔** بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

ہمارے پیارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جب ہم دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں تو ایسی حالت بنا کر جھکیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ سوائے تیرے ہمارا کوئی نہیں اور ہم تجھی پر انحصار کرتے ہیں، بھروسا کرتے ہیں اور تیرے پاس ہی آئے ہیں۔

جماعتی لحاظ سے تو خاص طور پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اَور کوئی نہیں ہے جو ہمیں ان حالات سے نکالے جو پاکستان میں ہیں یا بعض دوسرے ملکوں میں ہیں بلکہ ذاتی طور پر بھی اگر انسان سمجھے تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب کام کرتا ہے۔ وہی ہے جو ہماری ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ وہی ہے جس کے آگے جھکا جا سکتا ہے۔ وہی ہے جو اسباب مہیا کرتا ہے۔ جو نہیں بھی اس کے سامنے جھکتے ان پر بھی اس کی رحمانیت کا جلوہ ہے کہ جو فیض اٹھا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مضطر کے حوالے سے جو خاص نکتہ بیان فرمایا ہے اور اس کا مَیں نے گذشتہ خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا کہ **اللہ تعالیٰ نے اپنی شناخت کی یہ خاص نشانی بیان فرمائی ہے کہ مَیں مضطر کی دعا سنتا ہوں۔** پس اپنی دعاؤں میں حالتِ اضطرار پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو ایک جگہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کہ "یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔" فرمایا "... قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔" (ملفوظات جلد 10 صفحہ 137 ایڈیشن 1984ء)

اور اضطراب کی حالت وہ ہے جو سو فیصد یہ یقین ہو کہ اب دنیا کے تمام راستے بند ہو گئے ہیں اور اب ایک ہی راستہ ہے جو خدا تعالیٰ کا راستہ ہے، جو حضرتِ توّاب کا راستہ ہے جو ہمیں مشکلات سے نکال سکتا ہے۔ پس اپنی دعاؤں میں یہ درد کی حالت ہمیں پیدا کرنی چاہیئے ورنہ یہ دعا اور ذکرِ الٰہی اگر صرف زبانی جمع خرچ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس بارے میں ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو زیادہ یاد کرو اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک مضبوط قلعے میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا۔ اسی طرح انسان شیطان سے نجات پا سکتا ہے ورنہ کوئی ذریعہ نہیں۔ (شعب الایمان جزء دوم صفحہ 73 حدیث 534 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون بیروت 2003ء)

پس دعاؤں کی طرف بہت زیادہ ضرورت ہے۔ قرآنی دعائیں ہیں، مسنون دعائیں ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سکھائی ہوئی دعائیں ہیں اور اپنی زبان میں دعائیں ہیں۔... ان کی طرف ہمیں بہت توجہ کرنی چاہیئے۔"

چنانچہ ان دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسی خطبہ جمعہ میں درج ذیل دعاؤں کا ورد کرتے رہنے کی تحریک و تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"**ہمیشہ اپنی زبانوں کو دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے تر رکھنا چاہیئے۔** اپنے سجدوں میں، اپنی دعاؤں میں اضطرار کی حالت پیدا کرنی چاہیئے۔ اس وقت مَیں بعض قرآنی اور مسنون دعاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو بھی دہراؤں گا۔ ان دعاؤں پر صرف یہاں آمین کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ ان پر ہمیں مستقل توجہ دینی چاہیئے اور غور کر کے اضطرار کے ساتھ پڑھنا بھی چاہیئے۔ اس کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔... ...

1. **سورہ فاتحہ** کی ایک خصوصیت یہ ہے "اس کو توجہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے۔"

2. رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ : 202) اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

3. رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:251) اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔ کسی قسم کا خوف اور حالات ہمارے قدموں کو ڈگمگا نہ دیں۔

4. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ:287) اے ہمارے رب! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے اور اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے گناہوں کے نتیجے میں تو نے ڈالا اور اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابلے پر نصرت عطا کر۔

5. **ایمان کی مضبوطی کے لئے یہ دعا بھی بہت پڑھنی چاہئے۔** رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:9) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

6. **اب اس کے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بعض دعاؤں کا ذکر کرتا ہوں۔** ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے ایسی دعا سکھائیں جس کے ذریعے میں اپنی نماز میں دعا مانگوں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہو اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء فی الصلاۃ حدیث 6326) اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا سوائے تیرے۔ پس تُو اپنی جناب سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ یقیناً تُو ہی بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

7. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء... باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء حدیث 6848) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ اس کے لئے بہت حمد ہے۔ پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے نہ کوئی طاقت ہے نہ کوئی قوت ہے مگر اللہ کو جو غالب بزرگی والا اور خوب حکمت والا ہے۔ اس بدوی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ تو میرے ربّ کے لئے ہیں۔ اس کی تعریف مَیں کر رہا ہوں۔ میرے لئے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کہا کرو کہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي کہ اے اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔

8. پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی ایک دعا کا یوں ذکر ملتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو جاگتے تو فرماتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ، اَللّٰھُمَّ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ، وَاَسْأَلُکَ رَحْمَتَکَ، اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ، وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ (سنن ابی داؤد ابواب النوم باب ما یقول الرجل اذا تعارمن اللیل حدیث 5061) اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ! مجھے علم میں بڑھا دے اور میرے دل کو ٹیڑھا نہ کرنا بعد اس کے جب تو نے مجھے ہدایت دے دی اور اپنی جناب سے مجھے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

9. ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کو جب کسی معاملے میں پریشانی ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3524) اے زندہ اور دوسروں کو زندہ رکھنے والے! اے قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! اپنی رحمت کے ساتھ میری مدد فرما۔

10. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً روزہ دار کی اس کے افطار کے وقت کی دعا ایسی ہے جو ردّ نہیں کی جاتی۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جب افطار کرتے تو کہتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الصیام باب فی (الصائم لا ترد دعوتہ) حدیث 1753) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت کے واسطے سے جو ہر چیز پر وسیع ہے کہ تو مجھے بخش دے۔

11. حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاھْدِنِیْ لِلطَّرِیْقِ الْاَقْوَمِ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 610 ام سلمۃ زوج النبی ﷺ حدیث 27126۔ عالم الکتب بیروت 1998ء) اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور مجھے اس طریق کی ہدایت دے جو سب سے سیدھا اور درست اور مضبوط ہے۔

12. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَفِتْنَۃِ الْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب الدعاء قبل السلام حدیث 832) اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ

میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں گناہ سے اور مالی بوجھ سے۔

13. پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ہے جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں ذکر فرمایا ہے... کہ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی اور بڑھاپے سے اور چٹی اور گناہ سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں آگ کے عذاب سے اور آگ کے فتنے سے اور قبر کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے اور امیری کے فتنے کے شر سے اور محتاجی کے فتنے کے شر سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو برف کے پانی اور ٹھنڈک سے دھو ڈال اور میرے قلب کو خطاؤں سے یوں صاف کر دے جیسے سفید کپڑا گندگی سے دھویا جاتا ہے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا کر دے جیسا کہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری پیدا کر دی۔(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الاستعاذۃ من ارذل العمر... حدیث 6375)

14. بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز میں جو ایک دعا کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتے تو فرماتے۔ یہ دعا لمبی ہے اس کا میں ترجمہ پڑھ دیتا ہوں کہ اے اللہ! سب تعریفوں کا تو حقدار ہے تو آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور ان کو بھی جو ان میں ہیں اور ہر قسم کی تعریف کا تو ہی مستحق ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تیری ہے اور ان کی بھی جو ان میں ہیں۔ ہر قسم کی تعریف کا تو ہی مستحق ہے تو آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے اور ان کا جو اُن میں ہیں اور ہر قسم کی تعریف کا تو ہی مستحق ہے تو برحق ہے، تیرا وعدہ برحق ہے، تیری ملاقات برحق ہے، تیرا ارشاد برحق ہے اور جنت برحق ہے اور آگ برحق ہے اور انبیاء برحق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور موعود گھڑی برحق ہے۔ اے اللہ! میں تیرے حضور جھکا ہوں اور تیری خاطر میں نے جھگڑا کیا اور تیرے حضور فیصلہ چاہا۔ پس تو مجھے بخش دے جو میں نے پہلے آگے بھیجا اور جو بعد کے لئے رکھ دیا اور جسے میں نے پوشیدہ کیا اور جس کا میں نے اظہار کیا۔ تو مقدم ہے اور تو مؤخر ہے۔ صرف تو ہی عبادت کے لائق ہے یا فرمایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل حدیث 6317)

15. پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آج رات آپؐ کی دعا سنی ہے اس میں سے جو مجھ تک پہنچا آپؐ کہہ رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِی، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ۔(سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3500) اے اللہ! مجھے

میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے میرا گھر وسیع کر دے اور میرے لئے اس میں برکت رکھ دے جو تو نے مجھے بطور رزق عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ ان کلمات نے کوئی چیز چھوڑی ہے۔

16. پھر بخاری میں ایک دعا اس طرح ملتی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِيْ نُوْرًا، وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا، وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا، وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا، وَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا، وَفَوْقِيْ نُوْرًا، وَتَحْتِيْ نُوْرًا، وَاَمَامِيْ نُوْرًا، وَخَلْفِيْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ لِيْ نُوْرًا۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل حدیث 6316)... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے دل میں نور رکھ دے، میری بصارت و بصیرت میں نور رکھ دے میری سماعت میں نور رکھ دے، میرے دائیں بھی نور رکھ دے، میرے بائیں بھی نور رکھ دے، میرے اوپر بھی نور ہو اور میرے نیچے بھی نور ہو اور میرے آگے بھی نور رکھ دے اور میرے پیچھے بھی نور رکھ دے اور میرے لئے نور ہی نور کر دے۔

17. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! میں بُرے اخلاق اور بُرے اعمال سے اور بُری خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات باب دعاء ام سلمۃ حدیث 3591)

18. پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثرت سے دعائیں کیں کہ ہم کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا۔ بیٹھے ہوں گے دعائیں سکھا رہے ہوں گے بہت ساری دعائیں کیں چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اتنی زیادہ دعائیں تھی کہ ہمیں یاد نہیں رہا کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ نے بہت سی دعائیں کی ہیں مگر ہم کو تو ان دعاؤں میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی دعا نہ بتا دوں جو ان سب دعاؤں کی جامع دعا ہے۔ سنیں غور سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔ فرمایا کہ تم لوگ یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! ہم تجھ سے اس خیر کے طالب ہیں جس خیر کے طالب تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہم ہر اس شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے پناہ طلب کی تھی اور اصل مددگار تو تو ہی ہے اور تجھ ہی سے ہم دعائیں مانگتے ہیں اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ تو ہم نیکی کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور نہ ہی شیطان کے حملوں سے بچنے کی قوت۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3521)

19. پھر **بخشش اور مغفرت کی ایک دعا** ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اپنے والد سے روایت

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے میرے رب! میری خطائیں، میری جہالتیں، میری تمام معاملات میری زیادتیاں جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے مجھے بخش دے۔ اے میرے اللہ! اب یہ آنحضرت ﷺ دعا کر رہے ہیں جن میں یہ برائیوں کا، ان باتوں کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ نیکیاں ہی نیکیاں تھیں لیکن کس لئے؟ امت کے لئے امت کو سکھانے کے لئے یہ فرما رہے ہیں کہ اے میرے اللہ! مجھے میری خطائیں، میری عمداً کی گئی غلطیاں، جہالت اور سنجیدگی سے ہونے والی میری غلطیاں مجھے معاف فرما دے اور یہ سب میری طرف سے ہوئی ہیں۔ اے اللہ! مجھے میرے وہ گناہ بخش دے جو میں پہلے کر چکا ہوں اور مجھ سے بعد میں سرزد ہوئے ہیں اور جو میں چھپ کر کر چکا ہوں اور جو میں اعلانیہ کر چکا ہوں۔ مقدم و موئخر تو ہی ہے اور تو ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب قول النبیؐ اللھم اغفرلی... حدیث 6398)

20. **پھر مصیبت اور حالت کرب کی ایک دعا** کا ذکر یوں ملتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعا عند الکرب حدیث 6346) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کی حالت میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عظمت والا اور بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمان وزمین کا اور عرش کریم کا رب ہے۔

21. **پھر ابتلا کے وقت کی ایک دعا** اس طرح ہے۔ اس کا حضرت ابوہریرہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَتَعَوَّذُ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشِّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من جھد البلاء حدیث 6347) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقابل برداشت آزمائشوں، بدبختی، بُری قضا اور دشمن کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرمایا کرتے تھے۔

22. **دنیا کے فتنے سے بچنے کے لئے ایک دعا** ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من فتنۃ الدنیا حدیث 6390) ... ... کہ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں ارزل العمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ چاہتا ہوں دنیاوی آزمائشوں میں گھرنے سے اور قبر کے عذاب میں گرفتار ہونے سے۔ بڑی جامع دعا ہے۔

23. آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ کہا کرو کہ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ اے

اللہ! مجھے میری ہدایت کے ذرائع الہام کر اور میرے نفس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب قصة تعلیم الدعا… حدیث3483)

24. **یہ دعا بھی فی زمانہ بہت پڑھنے کی ضرورت ہے۔دشمنوں کے بد ارادوں کے خلاف دعا۔** اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ۔(سنن ابی داؤد کتاب الوتر باب ما یقول اذا خاف قومًا حدیث 1537)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کی طرف سے خوف محسوس کرتے تو ان الفاظ میں یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ یہ دعا بھی آج کل احمدیوں کو بہت زیادہ پڑھنی چاہیئے دشمنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

25. اب ان دعاؤں کے بارے میں میں بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے ہمیں ملتی ہیں جن میں بعض ارشادات ہیں اور بعض دعائیں ہیں۔ اپنے ایک خط میں مولوی نذیر حسین صاحب سخاؔ دہلوی نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا کہ حصول حضور کا کیا طریقہ ہے؟ کس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا کریں اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ طریق یہی ہے کہ نماز میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں اور سرسری اور بے خیال نماز پر خوش نہ ہوں بلکہ جہاں تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں اور اگر توجہ پیدا نہ ہو تو پنج وقت ہر یک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں بعد ہر رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں۔''یعنی جب قیام کرتے ہیں اس وقت یہ دعا کریں''کہ اے خدائے تعالیٰ قادر ذوالجلال! میں گنہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ وریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہیں ہو سکتا تو اپنے فضل وکرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا کہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور نماز میں میسر آوے۔''(مکتوباتِ احمد جلد پنجم صفحہ 471 ایڈیشن 2015ء)

26. پھر ایک جگہ آپؑ نے یہ دعا کی ہے کہ ''اے میرے محسن اور میرے خدا! میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور کوئی چارہ گر نہیں۔ آمین''(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 10 ایڈیشن 2015ء)

27. پھر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک دعا ہے جو جہاں آپ کی عاجزی اور خشیت اللہ کا اظہار کرتی ہے وہاں ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم بھی اپنی حالت کا جائزہ لے کر یہ دعا کریں آپؑ فرماتے ہیں کہ "اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیری وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین" (ملفوظات جلد1 صفحہ 235 ایڈیشن 1984ء)

28. پھر آپؑ کی ایک دعا ہے جو آپؑ نے پیغام صلح کے شروع میں تحریر فرمائی ہے جس کی طرف ہمیں بہت توجہ دینی چاہیئے۔ فرمایا کہ "اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے رہنما! تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا اور ہمیں ان راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔" (پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 439)

29. پھر ایک جگہ نصیحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا۔ "سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 39 ایڈیشن 1984ء)

30. پھر آپؑ کی ایک دعا ہے کہ "ہم تیرے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہیں تو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔" دنیا کی اصلاح کے درد میں آپؑ کی ایک دعا کا یوں ذکر ملتا ہے کہ "اے خداوند قادر مطلق! اگرچہ قدیم سے تیری یہی عادت اور یہی سنت ہے کہ تو بچوں اور اُمیوں کو سمجھ عطا کرتا ہے اور اس دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کی آنکھوں اور دلوں پر سخت پردے تاریکی کے ڈال دیتا ہے مگر میں تیری جناب میں عجز اور تضرع سے عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے بھی ایک جماعت ہماری طرف کھینچ لا" یعنی جو بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں ان لوگوں میں سے ایک جماعت ہماری طرف کھینچ لا" جیسے تو نے بعض کو کھینچا بھی ہے اور ان کو بھی آنکھیں بخش اور کان عطا کر اور دل عنایت فرما تا وہ دیکھیں اور سنیں اور سمجھیں اور تیری اس نعمت کا جو تو نے اپنے وقت پر نازل کی ہے" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نازل ہونا، آنا۔ "قدر پہچان کر اس کے حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہو جائیں۔ اگر تو چاہے تو تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بات تیرے آگے اَن ہونی نہیں۔ آمین" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 120)

31. پھر آپؑ کی ایک دعا کا ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو ایک خط میں آپؑ نے یہ دعا لکھی تھی کہ "دعا بہت کرتے رہو اور عاجزی کو اپنی خصلت بناؤ۔ جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے یہ کچھ بھی چیز نہیں۔ "جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے وہ کچھ بھی چیز نہیں ہوتی۔ "...... جب دعا کرو تو بجز صلوٰۃ فریضہ کے یہ دستور رکھو کہ اپنی خلوت میں جاؤ اور اپنی ہی زبان میں نہایت عاجزی کے ساتھ" یعنی صرف فرض نمازیں نہیں بلکہ نفل نمازوں میں بھی۔ نہایت عاجزی کے ساتھ "جیسے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ ہوتا ہے خدائے تعالیٰ کے حضور میں دعا کرو۔ کہ اے رب العالمین! تیرے احسان کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جاوے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین" (مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 158,159 ایڈیشن 2015ء)

اور ان دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ **ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں**۔ درود کے بغیر ہماری دعائیں ہوا میں معلق ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچتی نہیں۔ پس اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ، وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ، إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ، وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اس کا بہت زیادہ ہمیں ورد کرنا چاہیئے۔ (بحوالہ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 05 اپریل 2024ء، روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26 اپریل 2024ء جلد 31 شمارہ 100 صفحہ 2 تا 8)

ایسا ہی حضور انور کی دعاؤں کی تحریک کے مطابق جماعت کا ہر فرد، ہر بڑا 200 دفعہ درود شریف سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھے، اسی طرح 100 دفعہ استغفار، یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ اور 100 دفعہ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَ انْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ کی دعا کا ورد کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

ارشاد باری تعالیٰ

دنیا کے اختیار کرنے میں بھلائی اور خوبی ہو

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّ فِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔(البقرہ:202)

ترجمہ: اور ان میں سے کچھ (ایسے بھی ہوتے) ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں (اس) دنیا (کی زندگی) میں (بھی) کامیابی دے اور آخرت میں (بھی) کامیابی (دے) اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (از تفسیر صغیر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے جو یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّ فِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے لیکن کس دنیا کو؟ **حسنۃ الدنیا** کو جو آخرت میں حسنات کی موجب ہو جاوے، اس دُعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں **حسنات الاخرۃ** کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی **حسنۃ الدنیا** کے لفظ میں اُن تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آگیا ہے جو کہ ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہئیں۔ دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو۔ نہ وہ طریق (جو) کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسانی کا موجب ہو، نہ ہم جنسوں میں کسی عار و شرم کا باعث۔ ایسی دنیا بیشک **حسنۃ الآخرۃ** کا موجب ہو گی۔“ (ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، جلد 2 صفحہ 92)

انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن حدیث: 4522)

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کی سزا سے بچائیو۔

(مترجم صحیح بخاری جلد 10 صفحہ 79 نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب، شدائد، ابتلا وغیرہ اسے پیش آتے ہیں ان سے امن میں رہے۔ دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اسے خدا سے دور کرتی ہیں۔ ان سے نجات پاوے تو دنیا کا حسنہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی طور پر ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور ذلت سے محفوظ رہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔(النساء :29) ایک ناخن میں ہی درد ہو تو زندگی بے مزا ہو جاتی ہے۔ میری زبان کے تلے ذرا درد ہے۔ اس سے سخت تکلیف ہے۔ اسی طرح جب انسان کی زندگی خراب ہوتی ہے جیسے بازاری عورتوں کا گروہ۔ کہ ان کی زندگی

کیسی ظلمت سے بھری ہوئی اور بہائم کی طرح ہے کہ خدا اور آخرت کی کوئی خبر نہیں۔ تو دنیا کا حسنہ یہی ہے کہ خدا ہر ایک پہلو سے خواہ وہ دنیا کا ہو خواہ آخرت کا ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔ اور فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً میں جو آخرت کا پہلو ہے وہ بھی دنیا کی حسنہ کا ثمرہ ہے اگر دنیا کا حسنہ انسان کو مل جاوے تو وہ فال نیک آخرت کے واسطے ہے۔ یہ غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کا حسنہ کیا مانگنا ہے آخرت کی بھلائی ہی مانگو۔ صحت جسمانی وغیرہ ایسے امور ہیں جس سے انسان کو دنیا میں آرام ملتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے وہ آخرت کے لئے کچھ کر سکتا ہے اور اسی لئے دنیا کو آخرت کا مزرعہ کہتے ہیں اور در حقیقت جسے خدا دنیا میں صحت، عزت، اولاد، اور عافیت دیوے اور عمدہ عمدہ اعمال صالح اس کے ہوں تو امید ہوتی ہے کہ اُس کی آخرت بھی اچھی ہوگی۔" (ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعودؑ، جلد 4 صفحہ 302)

<u>ہمارے پیارے امام</u> حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کو یہ دعا آج کل بہت مانگنی چاہئے کہ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 9 ایڈیشن 1984ء)

اس لئے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بنیں۔ اس لیے بھی کہ ہم دشمنوں کی بھڑکائی ہوئی آگ سے محفوظ رہیں اور آج کل تو دنیا کے جو حالات ہیں، جنگوں میں بھی ایسے ہتھیار استعمال ہوتے ہیں جو آگ پھینکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آگ سے بھی بچائے اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حسنات عطا فرمائے۔ پس اپنے لیے بھی اور دنیا کے لیے بھی احمدیوں کو بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 05 اپریل 2024ء، روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26 اپریل 2024ء جلد 31 شمارہ 100 صفحہ 4)

امام الکلام

تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے۔ اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حِصن حصین ہے۔ ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔" (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریقِ ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔(الانعام: 109)... یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے کیونکہ وہ اس خدا کو جانتے

نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجود یکہ خدا کی تعلیم کی رو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہو کر خدا کو گالیاں نکالیں اور ان گالیوں کے تم باعث ٹھہر جاؤ۔“

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 461،460)

فرماتے ہیں:

"دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے... آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دکھ دیویں اور خونریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں جیسا کہ مکّہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ مگر قرآنی تعلیم نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی ضائع نہیں کیا اور انصاف اور راستی کے لئے وصیت کی ... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا، یہ بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے...

پس خدا تعالیٰ نے اس آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْا۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (المائدہ: 9) میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیار محبت کا ذکر کیا۔ کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے۔“

(نور القرآن، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 410،409)

کلام الامام

اسلام کی خوبصورت تعلیم پر عمل سے دنیا کے تمام مسائل کا حل

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

امیر المومنین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 30 جولائی 2023ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ 2023ء کے موقع پر اختتامی خطاب میں فرمایا:

"اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو بڑی تفصیل سے معاشرے کے ہر طبقے کے حقوق بھی بیان فرماتا ہے اور اس کی وضاحت ہمیں قرآن کریم اور احادیث میں ملتی ہے اور پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی مزید وضاحت فرمائی، تفصیل بیان فرمائی۔ ... ...

اسلام کی تعلیم ایسی خوبصورت تعلیم ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا کے تمام مسائل کا حل نکل سکتا ہے۔... ...

اسلام کی خوبصورت تعلیم جب غیروں کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ مجبور ہوتے ہیں کہ اس بات کو تسلیم کریں کہ اسلام کی تعلیم ہی عمدہ اور اعلیٰ تعلیم ہے جس نے ہر شعبہ اور ہر طبقے کی زندگی کے ہر پہلو پر تفصیل سے بیان کیا ہوا ہے۔ پس ہمیں بھی غیروں کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کرنے میں کسی بھی قسم کے احساس کمتری کی ضرورت نہیں ہے نہ شرمانے کی ضرورت ہے۔ **اسلام کے بتائے ہوئے اصول اور قاعدے دائمی حیثیت رکھتے ہیں۔**

یہ نہیں کہ آج کچھ اور کل کچھ۔ جبکہ دنیا دار تو حقوق کے نام پر اپنی طرف سے بڑی سوچ بچار کے بعد قوانین بناتے ہیں اور پھر کچھ عرصے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس میں یہ کمی ہے یہ سقم ہے خود ہی اس کے خلاف آواز اٹھانی شروع

کر دیتے ہیں کہ اس میں اتنا زیادہ افراط و تفریط ہے کہ بسا اوقات اس کے نقصانات ان کے فوائد سے زیادہ ہوتے ہیں اور قانون بذات خود ایک مذاق بن جاتا ہے۔ پس **آج ضرورت ہے کہ ہم دنیا کو حقوق کی صحیح نشاندہی کریں اور راہنمائی کریں کہ کس طرح معاشرے کے مختلف طبقوں کے حقوق قائم کرکے محبت پیار اور صلح کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے۔**

لیکن اس بنیادی بات کو بھی ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ حقوق اسی وقت حقیقی رنگ میں قائم ہو سکتے ہیں جب انسان اس یقین پر قائم ہو کہ **ایک بالا ہستی ہے جو ہمارے ہر عمل کا حساب رکھ رہی ہے**، ہمارے ہر عمل کو دیکھ رہی ہے۔ اور اگر ہم نے اس کے بتائے ہوئے اصول اور اس کی تعلیم پر عمل نہ کیا تو ہم اسے جواب دہ ہیں۔

انسان کے اعلیٰ اخلاق کے معیار اس وقت قائم ہو سکتے ہیں جب خالقِ کُل کی ذات پر بھی کامل یقین ہو اور یقین ہو کہ اگر ہم نے اس کے بتائے ہوئے اصولوں اور تعلیم پر عمل نہ کیا تو ہم پکڑ میں آسکتے ہیں۔

پس ہم جو پیغام پہنچانے والے ہیں ہمیں بہت زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ **ہم حقوق ادا کرنے والے ہوں** اور ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم نے صرف خدا تعالیٰ کی ذات کے حقوق ہی ادا نہیں کرنے جو زمین و آسمان کا خالق اور واحد و یگانہ خدا ہے بلکہ اس کی مخلوق کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق بھی بہت پیاری ہے۔ بہر حال جب یہ سوچ ہوتی ہے تو تبھی خدا تعالیٰ پر ایمان قائم ہوتا ہے اور مذہب کی ضرورت کو بھی انسان سمجھ سکتا ہے۔

پس ہم خوش قسمت ہیں کہ اسلام پر ایمان لاتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھتے ہوئے اس کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کا سامان کرتے ہیں۔ **پس ایک مومن کو اسلام کی تعلیم کے مطابق ہر طبقے اور ہر شعبے کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔**"

(از الفضل انٹر نیشنل (سالانہ نمبر 2024ء) جلد 31 شمارہ 173 تا 178 مؤرخہ 22 تا 27 جولائی 2024ء صفحہ 12، 13)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم کے بیان کردہ سیرۃ طیبہ ﷺ کے سات متنوع طریق

(سید میر محمود احمد ناصر)

❁ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق نے یہ لطیف سبق اپنی ماںؓ کے قدموں میں سنا اور سیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق طیبہ گویا قرآن مجید کی عکسی تصویر تھے۔

قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ کا سب سے اول، سب سے جامع، سب سے زیادہ لطیف، سب سے زیادہ معتبر اور زمانی لحاظ سے سب سے زیادہ قریبی ماخذ ہے۔ سیرۃ طیبہ کو بیان کرنے کے لئے اس پاک کلام نے کم از کم 7 متنوع طریق اختیار کئے ہیں اور 7 دل کش پیرایوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کا تذکرہ فرمایا ہے۔

پہلا طریق:

❁ قرآن شریف نے سیرۃ طیبہ کے بیان کے لئے پہلا طریق لطیف اشارات اور بلیغ کنایات کا اختیار کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات عالیہ کا ذکر کیا ہے مثلاً فِيۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِيۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ۔(القمر: 56) کہہ کر ''خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھنے'' کے انجیلی محاورہ کو ماند کر دیا ہے۔ لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَهۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ۔(الانبیاء: 18) میں اشارہ فرمایا کہ اگر ہم بیٹا بنانے کا دل بہلاوا کرنا ہی چاہتے تو مسیح و کرشن کے بجائے مقام لَدُنۡ پر فائز افضل ترین وجود کو بیٹا بناتے۔ بلیغ اشارات میں مقام محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی تذکرہ کا ذکر کرتے ہوئے عظیم ترین عاشق رسول ﷺ فرماتے ہیں: ''رَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ۔(البقرہ: 254) اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جن کو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے اظلال و آثار ہیں بخشے گئے اور وہ خلافت حقہ جس کے وجود کامل کے تحقق کے لئے سلسلہ بنی آدم کا قیام

بلکہ ایجاد کل کائنات کا ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے اپنے مرتبہ اتم و اکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینہ خدا نما ہوئے۔" (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 234، 235 حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:

"اس آیت کی تفسیر احادیث نبویہ میں یہی بیان کی گئی ہے کہ موت کے بعد ہر یک نبی کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور اپنے درجہ کے موافق اس روح کو آسمانوں میں سے کسی آسمان میں کوئی مقام ملتا ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس مقام تک اس روح کا رفع عمل میں آیا ہے تا جیسا کہ باطنی طور پر اس روح کا درجہ تھا خارجی طور پر وہ درجہ ثابت کر کے دکھلایا جائے۔ سو یہ رفع جو آسمان کی طرف ہوتا ہے تحقیق درجات کے لئے وقوع میں آتا ہے اور آیت مذکورہ بالا میں جو رَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ۔ (البقرہ: 254) ہے یہ اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع تمام نبیوں کے رفع سے بلند تر ہے اور اُن کی رُوح مسیح کی روح کی طرح دوسرے آسمان میں نہیں اور نہ حضرت موسیٰ کی روح کی طرح چھٹے آسمان میں بلکہ سب سے بلند تر ہے۔ اسی کی طرف معراج کی حدیث بتصریح دلالت کر رہی ہے بلکہ معالم النبوت میں بصفحہ 517 یہ حدیث لکھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں چھٹے آسمان سے آگے گزر گئے تو حضرت موسیٰ نے کہا ربِّ لَمۡ أَظُنُّ أَنۡ يُرۡفَعَ عَلَيَّ أَحَدٌ یعنی اے میرے خداوند! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کوئی نبی مجھ سے اوپر اُٹھایا جائے گا اور اپنے رفع میں مجھ سے آگے بڑھ جائے گا۔" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ 275، 276)

پھر فرمایا: "اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے مقربین کے تین قسموں سے اعلیٰ و اکمل ہے جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے۔" (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 252 حاشیہ)

❁ سیرۃ طیبہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کنایوں میں تذکرہ کی ایک نہایت لطیف مثال یہ نہایت خوبصورت آیت ہے جس میں فرمایا: اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِيۡ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّ لَا غَرۡبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيۡتُهَا يُضِيۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ۔ (النور: 36) عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"**خدا آسمان و زمین کا نور ہے**۔ یعنے ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔ اسی کے فیض کا عطیہ ہے... **اس نور کی مثال** (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) **یہ ہے جیسے ایک طاق** (یعنے سینۂ مشروح حضرت پیغمبر

خدا صلی اللہ علیہ وسلم) **اور طاق میں ایک چراغ** (یعنے وحی اللہ) **اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفیٰ ہے۔** (یعنے نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشۂ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے مُنزّہ اور مطہر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) **اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دُرّی کہتے ہیں** (یعنے حضرت خاتم الانبیاءؐ کا دل ایسا صاف کہ کوکب دُرّی کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) **وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارکہ سے** (یعنی زیتون کے روغن سے) **روشن کیا گیا ہے** (شجرۂ مبارکہ زیتون سے مراد وجودِ مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہو گا) **اور شجرۂ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی** (یعنے طینت پاک محمدیؐ میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس شجرہ مبارکہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمۂ صافی سے پروردہ ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کر کے ہے کہ ان لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے . . .

سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ چراغِ وحی فرقان اس شجرۂ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ یعنے طینت معتدلہ محمدیہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح درشتی ہے۔ نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی۔ بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہے۔ اور مظہر کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال ہے . . .

اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنے عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبیؐ معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) **نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ نور فائض ہوا نور پر** یعنے جب کہ وجودِ مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو اُن نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحیٔ الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مجمع الانوار بن گیا۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 191 تا 195 حاشیہ)

دوسرا طریق:

❁ خدائے عزوجل نے اپنے پاک کلام میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حسنہ کے تذکرہ کا دوسرا طریق وہ

اختیار کیا جو اس فارسی شعر میں عاشق کا شیوہ بیان کیا گیا ہے:

خُوشتَر آن باشَد کہ سِرِّ دِلبَران گُفتہ آیَد در حدیث دیگران

مفہوماً ترجمہ: سب سے دلکش بات تو یہ ہے کہ کسی اور کی گفتگو میں محبوب کا نام سننے کو ملے۔

(کلیات مثنوی، مولانا جلال الدین رومی جلد1 صفحہ 5 مطبوعہ انتشارات کتابچی خیابان تہران ایڈیشن دوم 1955ء)

قرآن شریف نے حسن یوسفؑ میں حسن مجسم کی ایک جھلک دکھائی۔ ابراہیمؑ وفا میں کامل ترین وفادار دل کا ایک گوشہ ظاہر کیا۔ سورہ طٰہٰ، سورہ نمل، سورہ قصص وغیرہ میں مثیل موسیٰؑ کو پیش آنے والے واقعات تفصیل سے بتائے۔ استخلاف آدمؑ کو اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔(البقرہ: 31) کے الفاظ میں خلافت محمدیہؐ کے متوقع ظہور کے ذریعہ جواز عطا فرمایا۔ قرآنی شریعت کو نوحؑ کی شریعت کا نقطۂ ارتقا قرار دیا۔ دم عیسیٰؑ کے ذریعہ روحانی مردوں میں روح پھونکنے کا تذکرہ کر کے اس الحاشر کی عظمت بتادی جس کے متعلق کہا گیا: واں مسیح ناصریؑ شد از دم او بے شمار۔ خضرؑ کا علم، داوٗدؑ کے مزامیر شجاعت اور عبادت، سلیمانؑ کی حکمت و شوکت، ایوبؑ کا صبر، موسیٰؑ کا حکم حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جَلَّ شَانُہ اشارہ فرماتا ہے: فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔(الانعام: 91) یعنے اے رسول اللہ! تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور در حقیقت محمد کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمد کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی اور ہر یک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے۔

اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیم سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے

میر اوجود ملا ہوا ہے۔ پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کیلئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں اور مسیح کی روح کو خوشی پہنچائی۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 343)

❁ قرآن مجید نے جہاں سابق انبیاء کے حسن کے تذکرہ میں حسن ازل کے کامل مظہر کی متنوع جھلکیاں دکھائی ہیں وہاں اس مضمون کو بھی خوب وضاحت سے بیان فرمادیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گو بطور نبی کے جماعت انبیاء میں شامل ہیں مگر سب سے بڑھ کر، سب سے افضل، سب سے برتر اور سب سے کامل ہیں اس فضیلت کے اظہار کے لئے ایک بڑا نمایاں اور روشن طریق یہ اختیار فرمایا کہ باقی انبیاء اور رسولوں کو ان کے نام سے خطاب کیا۔ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ (البقرہ: 36) يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔ (ہود: 49) يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ (ہود: 77) مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى۔ (طٰہٰ: 18) يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ۔ (آل عمران: 56) يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ۔ (ص: 27) مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے مسلسل يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ، يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ کے معزز خطاب استعمال فرمائے اور ہر جگہ جہاں قرآن مجید میں بغیر کسی اور قرینہ اور نام کے رسول اور نبی کے الفاظ استعمال فرمائے ہر جگہ اس سے ہمارے نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے۔ گویا واضح فرمادیا کہ حقیقت میں النَّبِيُّ اور الرَّسُوْلُ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور تمام کمالات نبوت ورسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہیں۔

❁ اس برتری کو واضح کرنے کے لئے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسوۂ حسنہ کے الفاظ استعمال کئے وہاں حضرت ابراہیمؑ کے لئے ان الفاظ کے ساتھ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ۔ (الممتحنہ: 5) کا استثناء فرمادیا۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت کا ذکر بھی فرمایا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا تذکرہ بھی کیا اور ایک ہی سورہ میں جہاں حضرت موسیٰؑ کے لئے اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (ابراھیم: 6) کے محدود الفاظ کہے وہاں لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (ابراھیم: 2) کہہ کر **حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لامحدود مشن کی طرف توجہ دلائی۔**

سورہ النحل میں سابقہ رسولوں کی امتوں کے بگاڑ کا ان الفاظ میں ذکر کیا تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ۔ (النحل: 64) وہاں اسی سورت میں فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ (النحل: 99) کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعاذہ کو قرآن کریم کی تعلیم کو شیطانی حملہ سے محفوظ رہنے کا علاج بتادیا۔ سورہ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کے عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى۔ (طٰہٰ: 85) اور حضرت آدمؑ

کے فَنَسِیَ۔(طٰہٰ: 116) کا تذکرہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُہٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا۔(طٰہٰ: 115) کے ذریعہ طٰہٰ میں مذکور پختگی اور مردانگی کے لباس سے ملبوس فرمایا۔

سورۃ بنی اسرائیل میں انبیاء کو معبود بنانے والوں کو توجہ دلائی۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ۔(بنی اسرائیل: 58) کہ تم جن انبیاء کو معبود بنا رہے ہو وہ تو خود اپنے رب کی رضا کے لئے اس سے تعلق محبت کی خاطر اس سے تعلق رکھتے ہیں جو صرف وہی الوسیلہ کے بلند مقام پر فائز فرمایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مصدق قرار دے کر سب انبیاء کی صداقت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ قُلۡ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا وَ مَاۤ اُنۡزِلَ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰی وَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّہِمۡ۔(آل عمران: 85) کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو جملہ انبیاء کی تعلیمات کا جامع قرار دیا اور سابقہ تعلیمات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی الکتاب کے مقابلہ میں نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ۔(آل عمران: 24) قرار دیا اور میثاق النبیین کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیاء اور رسل کا موعودِ منتظر اور نقطۂ معراج بنا دیا۔

عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہر گز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔

اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء علیہم السلام پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔

یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بد نصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 59 ایڈیشن 2022ء)

تیسرا طریق:

❁ سیرۃ طیبہ کے بیان کا تیسرا قرآنی طریق یہ ہے کہ قرآن مجید کے عظیم اخلاقی اور روحانی ارشادات و ہدایات اور شریعت کے اعلیٰ ترین احکامات و نصائح پر عمل کا بلند ترین طریق سیرۃ نبوی صلی اللہ علی ہو سلم میں موجود ہے جو وصل الٰہی کی

رجاء رکھنے والوں اور سعادت آخرت کے امیدواروں کے لئے خوبصورت ترین اسوہ ہے اس بات کو اس طرح بیان کیا کہ کتاب قرآنِ صامت ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق ہیں۔ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

"دوسرا ماخذ قرآنی علوم کا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے آپؐ پر قرآن نازل ہوا اور آپؐ نے قرآن کو اپنے نفس پر وارد کیا حتیٰ کہ آپؐ قرآن مجسم ہوگئے آپؐ کی ہر حرکت اور آپؐ کا ہر سکون قرآن کی تفسیر تھے، آپؐ کا ہر خیال اور ہر ارادہ قرآن کی تفسیر تھا۔ آپؐ کا ہر احساس اور ہر ہر جذبہ قرآن کی تفسیر تھا۔ آپؐ کی آنکھوں کی چمک میں قرآنی نور کی بجلیاں تھیں اور آپؐ کے کلمات قرآن کے باغ کے پھول تھے ہم نے اس سے مانگا اور اس نے دیا۔ اور اس کے احسان کے آگے ہماری گردنیں خم ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

(تفسیر کبیر جلد 4 "کچھ تفسیر کبیر کے متعلق" صفحہ iii ایڈیشن 2023ء از قلم مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ دسمبر 1940ء)

چوتھا طریق:

❁ خدائے عزوجل نے عظمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے لئے ایک لطیف طریق قرآن مجید میں یہ اختیار فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور عشاق کے بلند و بالا مقامات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ فیض کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے اصل اور منبع کی عظمت ظاہر فرمائی۔ خوشبو اور رنگ کی لہریں پھول کے حسن کا پتہ دیتی ہیں کرنیں چاند کی خوبصورتی کا پیغام لاتی ہیں روشنی کی لہریں سورج کی خیرہ کن تابانی کی دلیل ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے حاصل شدہ مدارج عالیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دائمی اور درخشندہ ثبوت ہیں سورۃ الحدید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو سابقہ انبیاء پر ایمان کے مقابلہ میں دوسرے القابات اور وارث بنانے والا قرار دے کر فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌۚ۝۲۹ لِّئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (الحدید: 29،30)

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تب تم کو اللہ اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمہارے لئے نور مقرر کر دے گا جس کی مدد سے تم چلو گے اور تمہیں مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بے انتہا کرم کرنے والا ہے۔ اور یہ ہم اس لئے کہتے ہیں تا کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو اللہ کے فضل سے کچھ ملا ہی نہیں بلکہ یہ سمجھیں کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضلوں والا ہے۔

❁ سورہ بقرہ میں جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَھِیۡدًا۔(البقرہ: 144) کہہ کر یہ مضمون بیان فرمایا کہ:

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے **خیر رسل**　　تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 226)

سورۃ آل عمران میں عشق و محبت الٰہی کے متلاشیوں کو کیا خوبصورت پیغام دیا: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔(آل عمران: 32) ان کو کہدے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا اللہ بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہُنر سے اِس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مُجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے **سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔

سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصّہ پا سکتا ہے۔ اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

سو یاد رہے کہ وہ **قلبِ سلیم** ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذّت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران: 32) یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64، 65)

❁ عاشق رسول الرجل الخیر الکثیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر نظر ڈالو تو معلوم ہو کہ وہ نجومیوں وغیرہ درماندہ لوگوں کی طرح ہرگز نہیں۔ بلکہ ان میں صریح ایک اقتدار اور جلال جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے اور اس میں تمام پیشگوئیوں کا یہی طریق اور طرز ہے کہ اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار اور اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی

اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست اور اپنی ہمیشہ کی سرسبزی اور دشمن کی تباہی ظاہر کی ہے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 صفحہ 241،242 حاشیہ)

پھر فرمایا:

"اور خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو انہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو یہ الہام یعنے یہودیوں، عیسائیوں، آریوں، برہمیوں وغیرہ کو ہر گز نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ قرآن شریف کے کامل تابعین کو ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔ اور گو وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے لیکن یہ الہام کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بااخلاص خادموں کو ہوتا ہے یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا۔ اور یہ الہام وحی رسالت پر ایک عظیم الشان ثبوت ہے جس کے سامنے ہر یک منکر و مخالف اسلام ذلیل اور رسوا ہے۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 صفحہ 238 حاشیہ)

پانچواں طریق:

❁ پانچواں طریق جو شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے لئے قرآن شریف میں اختیار کیا گیا وہ اشد مخالفین اور جانی دشمنوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن مجید جیسے پر شوکت کلام کو سن کر بے ساختہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب و عظمت کا احساس اور پھر اس کا اقرار ہے۔ گو بعض دفعہ اس اقرار کے الفاظ کا انتخاب دشمنی پر مبنی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی عظمت کو دیکھ کر دشمنی کے طور پر ہی سہی مگر اس کا اقرار ان الفاظ میں کرتے ہیں اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ۔(یونس: 3) اس عظمت کے وقتاً فوقتاً اقرار کا بیان رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔(الحجر: 3) میں کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"بڑے بڑے معاند اس کلام کی شان عظیم سے نہایت درجہ تعجب میں پڑ گئے اور اکثر ان میں سے کہ جو فصیح اور بلیغ کلام کے اسلوب کو بخوبی جاننے پہچاننے والے اور مذاق سخن سے عارف اور باانصاف تھے وہ طرز قرآنی کو طاقت انسانی سے باہر دیکھ کر ایک معجزہ عظیم یقین کر کے ایمان لے آئے جن کی شہادتیں جابجا قرآن شریف میں درج ہیں اور جو لوگ سخت کور باطن تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے مگر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں ان کو بھی کہنا پڑا کہ یہ سحر عظیم ہے جس کا

مقابلہ نہیں ہو سکتا چنانچہ ان کا یہ بیان بھی فرقان مجید کے کئی مقام میں موجود ہے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 432، 433 حاشیہ)

چھٹا طریق:

❋ سیرۃ طیبہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو جامع اور عظیم تذکرہ قرآن شریف میں ہمارے رب نے فرمایا ہے اس کا چھٹا اہم طریق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح طور پر ذکر کر کے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بیان کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام فنا فی اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت علیٰ خلق اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ اور اخلاق فاضلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر مشن کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اس طریق کو پھر دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ (الف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری اور زندگی کے ہر اہم سنگ میل کا تذکرہ۔ (ب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالیہ اور اخلاق حسنہ اور عالمگیر مشن کا بیان۔

حصہ الف: قرآن شریف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے داغ نسب نامہ کا تذکرہ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔ (الشعراء: 220) میں فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد، مکہ کے نام سے ایک سے زیادہ مرتبہ کیا ہے اور اسے ام القریٰ کہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی النسل قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی بتائی ہے۔ اپنے زمانہ کی سب سے بڑی تاریخی رومن ایمپائر کی تاریخ کے ایک واقعہ کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ غُلِبَتِ الرُّوْمُ میں اور جغرافیائی حدود اَدْنَى الْاَرْضِ۔ (الروم: 3، 4) میں بتائی گئی ہے۔

دعویٰ سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ زندگی کو فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ۔ (یونس: 17) کہہ کر بطور چیلنج پیش کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام الٰہی کا نزول اور مقام نبوت ورسالت پر سرفراز کئے جانے کا تذکرہ جابجا موجود ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرہ: 186) میں اس کے مہینہ کی تعیین کر دی گئی ہے۔

مقام رسالت پر سرفراز ہونے کے بعد ابتدائی دور کے اختتام پر علی الاعلان تبلیغ رسالت کا ارشاد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ (الحجر: 95) کے الفاظ میں موجود ہے اس اعلان کے بعد مخالفتوں اور مصائب کا جو طوفان ٹوٹا اس کا تذکرہ جگہ جگہ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔ (العلق: 10، 11)، فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (البروج: 11) وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

کفار کے استہزاء اور تمسخر کی مہم اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا۔ (الفرقان: 42)، كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔ (الحجر: 96) جیسی آیات میں مذکور ہے۔

سرداران قریش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں اور منصوبوں کا تذکرہ وَ اِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ۔ (الانفال: 31) کے ذریعہ سورہ انفال میں درج ہے۔ مخالفین مکہ کے سوالات واعتراضات اور ان کے مسکت جوابات متعدد سورتوں میں درج ہیں۔

ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا ایک عظیم موڑ تھا اس کا بیان اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔(التوبہ: 40) میں کیا گیا ہے ہجرت مکہ کے نتیجہ میں کفار مکہ کی شرارتوں پر مہر لگ گئی اور ان کے دفاع کی اجازت ملی اور اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ۔(الحج: 40) میں اس کا بیان ہوا۔

لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ۔ (آل عمران: 124) میں غزوہ بدر میں عظیم نصرت خداوندی اور آپ ﷺ کے کنکروں کی مٹھی چلانے کو خدائی فعل قرار دیا گیا۔

فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔(البقرہ: 145) کے ذریعہ تحویل قبلہ کا سنگ میل دکھایا گیا۔

سورہ آل عمران میں بہ تفصیل غزوہ احد کے واقعات، اسلامی فتح، وقتی تکلیف اور دوبارہ فتح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال استقامت کا تذکرہ ہوا۔

غزوہ خندق بھی ایک عجیب معرکہ تھا جس کا نتیجہ الآنَ نَغْزُوهُمْ وَلاَ يَغْزُوْنَنَا۔(صحیح بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب حدیث: 4110) کے موڑ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کی تفصیل سورۃ الاحزاب میں بیان ہوئی ہے ساتھ ہی بنو قریظہ کی شکست کا ذکر وَ اَنۡزَلَ الَّذِیۡنَ ظَاہَرُوۡہُمۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ۔(الاحزاب: 27) کے الفاظ میں ہوا۔ بنو نضیر کی جلاوطنی سورۃ الحشر میں مذکور ہوئی۔

سورۃ الفتح میں اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ۔(الفتح: 19) میں صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہوا۔

اَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا۔(الفتح: 19) میں فتح خیبر بیان ہوئی

لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوۡلَہُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ۔(الفتح: 28) میں عمرہ کی ادائیگی کی بشارت پوری ہونے کا ذکر ہوا۔

مدینہ منورہ میں منافقین کی شرارتوں اور سازشوں کے جال اور ان کی ہر قدم پر ناکامی کا تذکرہ بار بار قرآن شریف میں کیا گیا ہے۔ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡہَا الۡاَذَلَّ۔(المنافقون: 9) اور واقعہ افک اس کی دو مثالیں ہیں۔

فتح مکہ کے عظیم واقعہ کا تذکرہ فتح مبین کے طور پر سورۃ الفتح میں اور اس کے بعض اہم نتائج کا بیان سورۃ توبہ میں ہے۔

غزوہ حنین جس میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو عمومی اکثریت مقابل لشکر پر حاصل ہوئی اور وقتی تکلیف کے بعد نزول سکینت ہوا اس طرح مذکور ہے۔ لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیۡ مَوَاطِنَ کَثِیۡرَۃٍ ۙ وَّ یَوۡمَ حُنَیۡنٍ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ کَثۡرَتُکُمۡ فَلَمۡ

تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ‌ۚ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَـتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا‌ ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ ؕ وَذٰ لِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ۔(التوبہ: 25،26)

❁ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں غزوہ تبوک ایک مُہْتَمْ بِالشَّان (اہم اور ضروری)سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب حفاظت و دفاع اسلام کے لئے جہاد بالسیف کی مہم عرب کی قومی حدود سے نکل کر بین الاقوامی شکل اختیار کر گئی اور چھوٹی سی اسلامی جمعیت کا اس وقت کی دنیا کی سب سے زبردست ایمپائر سے مقابلہ کی صورت پیدا ہوئی اور جو مہم 1453ء بلکہ کسی نہ کسی رنگ میں انیسویں صدی تک جاری رہی۔ غزوہ تبوک کی زبردست مشکلات اور عظیم قربانیوں کا ذکر لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ فِىۡ سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ۔(التوبہ: 117) میں کیا گیا اور بڑی تفصیل کے ساتھ منافقین کی اس نازک وقت میں شر انگیزیوں کا تذکرہ کر کے اس عجیب واقعہ کا ذکر ہے جو تین نیک اور مخلص مگر کمزوری دکھانے والوں پر رحمت خداوندی کے ظہور کے ذریعہ ہوا اور عَفَا اللّٰهُ عَنۡكَ‌ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا۔(التوبہ: 43) میں اس عفو کے سلوک کا تذکرہ ہوا جو اس غزوہ سے پیچھے رہنے والوں سے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا۔

❁ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مدینہ منورہ کے آخری دور میں چاروں طرف اسلام کی فتح کے نتیجہ میں عرب کے گوشہ گوشہ سے وفود کی آمد کا جو سلسلہ شروع ہوا اس کا ذکر يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا۔(النصر: 3) میں کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے 83 روز قبل قرآن عظیم کا نزول اپنی تکمیل کو پہنچا اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے وسیع میدان میں جمعہ مبارک کے روز آخری قرآنی آیت کا نزول ہوا اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ۔(المائدہ: 4) کا عالمگیر دائمی اور آفاقی اعلان ہوا اور 83 روز بعد عاشق یار ازل صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملا جس کا اشارہ آیت اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ‏ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ‏ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ‌ ؔؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔(النصر: 2تا4) میں فرمادیا گیا تھا۔

❁ یہ تو مختصر اشارے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے ہر اہم واقعہ کی طرف جو کسی نہ کسی رنگ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح تذکرہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ اور اخلاق مرضیہ اور مرتبہ ٔفنافی اللہ، شفقت علی خلق اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر مشن کا جو بیان قرآن شریف میں کیا گیا ہے وہ تو ایک سمندر رہے نہیں، مجمع البحار ہے نہیں، اپنی ذات میں ایک وسیع و عریض لامحدود اجرام سماوی پر مشتمل ایک کائنات ہے۔

حصہ ب: سب سے پہلے اس بات کا تذکرہ لازم تھا کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے کس اور پر نہیں۔ پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف نہیں اس کا تذکرہ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ۔ (آل عمران: 200) میں بیان فرما کر سب سے پہلا لقب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا ایک نہایت عظیم لقب وہ عَبۡدِنَا۔ (البقرہ: 24) کا لقب ہے۔ اردو ترجمہ "ہمارا بندہ" ان مطالب و معارف کا شاید دسواں حصہ بھی اپنے اندر نہیں رکھتا جن کا بیان عَبۡدِنَا میں مقصود ہے۔ یہاں عَبۡد کا لفظ انتہائی جذبہ احترام، انتہائی اطاعت، انتہائی خشیت، انتہائی محبت، انتہائی تضرع و دعا کے علاوہ صفات باری تعالیٰ کے انتہائی اور کامل ترین مظہر اور عکس کے معانی پر مشتمل ہے۔ گویا تخلق باخلاق اللہ یا صبغۃ اللہ جو عابدوں کی بنیادی صفت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔

نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: 98) میں روح الامین کے ذریعہ کامل ترین وحی کا مورد آپ ﷺ کا قلب اطہر قرار دیا ہے۔

دنیا و آخرت میں برکات کی خوشخبری کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر اور دنیا و آخرت کے حساب سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذیر ٹھہرایا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صفات کو عملی رنگ میں اظہار کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبشر اور منذر قرار دیا ہے۔

ابراہیمؑ دعا کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول قرار دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار عظیم ذمہ داریاں تلاوت آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ بتائی گئی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام فنا فی اللہ کا لطیف تذکرہ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِیَ لِلّٰهِ۔ (آل عمران: 21) قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُكِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ لَا شَرِیۡكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۝ قُلۡ اَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِیۡ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیۡءٍ۔ (المائدہ: 163 تا165) وغیرہ آیات میں جا بجا ہے۔

توحید الٰہی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡ دِیۡنِیۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ۔ (یونس: 105) لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ۔۔۔ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ۔ (الکافرون: 3و4) وغیرہ آیات میں ذکر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نور اور نور افشان قرار دیا۔ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو النَّبِیُّ کے لقب سے نواز کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اظہار علی الغیب اور النَّبَاِ

الْعَظِیْمِ۔(النباء: 3) کے بیان اور اخبار غیبیہ جو ماضی اور مستقبل دونوں کے بارہ میں ہیں کے انکشاف کا ایک دریا بہادیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت علیٰ خلق اللہ جو زمان و مکان کی حدود سے بلند ہے کو وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (الانبیاء: 108) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ۔ (الکھف: 7) وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ۔ (یوسف: 104) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔(توبہ: 128) وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ۔(الحجر: 89) وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (الانعام: 55) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ (الشعراء: 4) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔ (آل عمران: 160)وغیرہ آیات کے ذریعہ ایک موجزن سمندر کی شکل میں دکھادیا۔

دعائے ابراہیمؑ کے علاوہ حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ پیشگوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ رحمت خداوندی کو وابستہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب محامد عالیہ کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا۔ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۟ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ۔(الاعراف: 157،158)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محبوبیت کا بہت ہی پیارا تذکرہ جابجا ہے۔ فرمایا قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٍۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ (التوبہ: 24) پھر فرمایا مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ۔(التوبہ: 120)

حدود زمانی و مکانی سے بلند تر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر روحانی کو دَنَا فَتَدَلّٰى۔ (النجم: 9) اور سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا۔ (بنی اسرائیل: 2) میں ذکر فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چٹانوں سے زیادہ مضبوط اور پہاڑوں سے زیادہ مستحکم یقین کو وَ یَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔ (یونس: 54) فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۫ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى

الۡکٰذِبِیۡنَ۔(آل عمران: 62) اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ۟ؔ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ۔(یوسف: 109) وغیرہ آیات میں ظاہر فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ دیانت کو وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّغُلَّ۔(آل عمران: 162) میں بیان کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کو فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔(النساء: 66) میں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم توکل کو فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ۫٭ۖ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ۔(التوبہ: 129) قُلۡ ہُوَ رَبِّیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡہِ مَتَابِ۔(الرعد: 31) میں بیان کیا۔

آپ ﷺ کی پاک فطرت کا اَفَاَنۡتَ تُکۡرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ۔(یونس: 100) میں ذکر فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم علم وفضل کو اس طرح بیان فرمایا وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ وَ رَحۡمَتُہٗ لَہَمَّتۡ طَّآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡکَ ؕ وَ مَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَ مَا یَضُرُّوۡنَکَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا۔(النساء: 114) اور پھر فرمایا لٰکِنِ اللّٰہُ یَشۡہَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکَ اَنۡزَلَہٗ بِعِلۡمِہٖ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَشۡہَدُوۡنَ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا۔(النساء: 167)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری سیادت کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یٰسین کا خطاب ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اور کامل اور جامع اخلاق کی طرف طٰہٰ اور وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔(القلم: 5) کہہ کر توجہ دلائی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی بخش سانس کا ذکر اور روحانی مردوں کے احیاء کا تذکرہ اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ۔(الانفال: 25) اور اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا۔(الحدید: 18) میں کیا گیا۔

سِرَاجًا مُّنِیۡرًا۔(الاحزاب: 47) کے خطاب کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا روشن آفتاب ٹھہرایا گیا جو عالمین کو روشن کر رہا ہے

اور شَاہِدًا۔(الاحزاب: 46) فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ خدا کی ہستی کا زندہ گواہ قرار دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ہوتے ہوئے بھی سراسر نور کہا جیسے فرماتا ہے قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡہَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا۔(النساء: 175) قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ۔(المائدہ: 16)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الۡمُزَّمِّلُ۔(المزمل: 2) کہہ کر دنیا کی سب سے بڑی ذمہ واری کا حامل قرار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الْمُدَّثِّرُ۔(المدثر: 2) قرار دے کر اس ذمہ واری کو ادا کرنے کے لئے ہر وقت مستعد اور تیار بتایا۔

قرآن شریف نے اس پیرایہ میں جو محامد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا ہے وہ ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اس پیرایہ اظہار حسن و محبت کے آخری پہلو کا ذکر کرتا ہوں جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کا تذکرہ بنیادی طور پر سورۃ النجم میں ہے جہاں دوسرے دیومالائی شفاعتی نظاموں کی تردید کرتے ہوئے حقیقی مقام شفاعت قَابَ قَوْسَيْنِ۔(النجم: 10) کا بیان ہے۔

سورۃ التوبہ کی آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔(التوبہ: 103) اور سورۃ النساء کی آیت وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔(النساء: 65) میں مقام شفاعت کا ذکر ہے

اور مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔(بنی اسرائیل: 80) میں حسن مقام محمود کا ذکر ہے۔

مقام شفاعت اس کا ایک اہم ترین پہلو ہے اور اس مضمون کے آخری ساتویں پہلو میں بھی مقام شفاعت کی بنیاد اور اساس کا تذکرہ ہو گا۔

قَابَ قَوْسَيْنِ کی جو لطیف تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اس میں فرماتے ہیں:

"شخص شفیع کے لئے... ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اس کے دل میں اترا ہوا ہو اور اس کی تمام انسانیّت مر کر بال بال میں لاھوتی تجلی پیدا ہو گئی ہو اور اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہ نکلی ہو اور اس طرح پر خدائی قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو۔ اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اس کی ہمدردی میں اس کا دل اڑا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہو گی اور گویا شدت قلق سے اس کے اعضا اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں اور اس کی ہمدردی نے اس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غمخوار سے بڑھ کر ہے۔

پس جبکہ یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاھوت کے مقام سے جُفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جُفت تب دونوں پلہ میزان کے اس میں مساوی ہوں گے۔ یعنی وہ

مظہر لاھوت کامل بھی ہو گا اور مظہر ناسوت کامل بھی اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہو گا۔ اس طرح پر.....

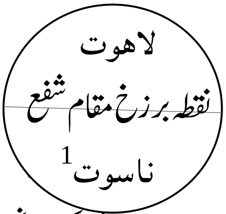

اسی مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع ہونے کی شان میں فرمایا ہے۔ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۹﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ (النجم:9تا10)

یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاھوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا لہٰذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے لہٰذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔"

(عصمت انبیاء، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 663، 664)

ساتواں طریق:

❁ خالق کائنات عزوجل شانہ نے حسین ترین شاہکار کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ کرنے کے لئے جمال و حسن قرآں کے جن اسلوبوں سے کام لیا ہے ان میں سے ساتواں اسلوب یہ ہے کہ خود خالق کائنات کی خوبصورت ترین صفات کاملہ اور اسماء حسنیٰ کا تذکرہ کر کے ان کی تجلیات کا مورد اتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت کے ساتھ مقام جمع پر فائز فرمایا ہے اس طرح بھی کہ ان اسماء حسنیٰ کی تجلیات سب سے

---

[1] حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہوتی مقام اور ناسوتی مقام کے بارہ میں فرماتے ہیں: "لاہوتی مقام کا مظہر کامل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کا خدا کی طرف صعود ہو وہ خدا سے حاصل کرے۔ اور ناسوتی مقام کے مظہر کا یہ مفہوم ہے کہ مخلوق کی طرف اس کا نزول ہو جو خدا سے حاصل کرے وہ مخلوق کو پہنچاوے اور مظہر کامل ان مقامات کا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"
(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ، جلد 3 صفحہ 31 ایڈیشن 2022ء)

زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئیں اور اس طرح بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھ کر ان اسماء حسنیٰ کا اپنی ذات مبارک کے ذریعہ اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت قرار پائے۔

اگر ذات الوہیت رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہیں اگر وہ رحمان ہے تو آپ ﷺ محمد ہیں۔ وہ رحیم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم احمد ہیں۔ وہ اگر مالک یوم الدین ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فتح مبین کے حصول کے بعد مالکیت کی تجلی لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ أَذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءِ۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 5 صفحہ 242 دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء) کہہ کر فرماتے ہیں۔ ذات الوہیت کے ساتھ کامل اتصال اور مقام جمع کی کیفیت کو رنگارنگ انداز میں قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سارے قرآن مجید میں سب کے لئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ (الفاتحہ: 6) یا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (البقرہ: 143) کے الفاظ ہیں صرف خداوند تعالیٰ کے لئے عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ جیسے سورۃ ہود آیت 57 میں فرمایا: اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورۃ زخرف میں اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (الزخرف: 44) کے الفاظ ہیں۔ مقام جمع کے اظہار کے لئے ایک بہت سادہ مگر بہت عجیب طریق قرآنی کمالِ بیان کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب کا نام اپنے نام کے ساتھ ہر طرح کے کام اور ہر رنگ کے وصف میں ساتھ لیا ہے مثلاً

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ۔ (ال عمران: 33) اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ۔ (ال عمران: 173) فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النساء: 60) مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ۔ (النساء: 70) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء: 81) قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ۔ (الانفال: 2) اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ۔ (الانفال: 25) لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ۔ (الانفال: 28) فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ۔ (الانفال: 42) مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ۔ (الحدید: 9) فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (البقرہ: 280) مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (النساء: 101) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (النساء: 137) یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (المائدہ: 34) اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (المائدہ: 56) مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (المائدہ: 57) بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (الانفال: 14) اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (الانفال: 21) بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ۔ (التوبہ: 1) اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ۔ (التوبہ: 3) اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (التوبہ: 2) مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (التوبہ: 29) مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (التوبہ: 59) سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ۔ (التوبہ: 59) وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ۔ (التوبہ: 62) مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (التوبہ: 63) اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ

تَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ (التوبہ: 65) يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (التوبہ: 71) اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (التوبہ: 74) كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (التوبہ: 80) كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (التوبہ: 90) اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (التوبہ: 91) وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (التوبہ: 94) لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (التوبہ: 107) اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (النور: 49) اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (النور: 51) يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (النور: 63) هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ (الاحزاب: 23) تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (الاحزاب: 30) مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الاحزاب: 32) اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (الاحزاب: 34) لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الفتح: 10) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ۔ (الفتح: 28) لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات: 2) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (المجادلہ: 21) يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (المجادلہ: 23) بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (الحشر: 5) وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ۔ (المنافقون: 9)

اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا چلا جاتا ہے جس طرح عاشق کو اپنے معشوق کا نام دہرانے کا شوق ہوتا ہے اسی طرح بیان قرآنی، اللہ کے نام کے ساتھ ہر پیرایہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ دہراتا ہے۔

❁ مظہر اتم الوہیت اور مقام جمع اور الوہیت اتصال کامل کا مضمون بیان کرتے ہوئے یہ بھی ضروری تھا اور اس کا لازمی تقاضا تھا کہ توحید خالص پر ہلکی سی زد بھی نہ پڑے اور مسیحؑ و کرشنؑ کی طرح خدا کا محبوب معبود نہ قرار دیا جائے۔ لہٰذا توحید خالص کے قیام کا بھی خوب انتظام ہوا اور بشریت کی حدود کو بھی خوب کھول کر بیان کر دیا گیا یہاں ایک پر لطف بات یہ ہے کہ بشری حدبندیوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کروا دیا اور اس طرح حد بندی اور بشریت کے بیان میں بھی ایک عظمت قائم کر دی مثلاً اگرچہ بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر قرار دیا گیا مگر کسی جگہ بھی براہ راست مولیٰ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں فرمایا بلکہ خود آپ ﷺ کی زبان مبارک سے آپ ﷺ کا مقام بشریت ظاہر فرمایا مثلاً قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل: 94) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (الکہف: 111)

مظہر اتم الوہیت اور مقام جمع پر فائز ہونے کے بارہ میں قرآنی بیانات بلند و بالا فواروں کی طرح **جوش زن ہیں مضمون کو سمیٹتے ہوئے** خاکسار عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتباس پیش کرتا ہے، فرماتے ہیں:

”ترقیات کا اعلیٰ درجہ وہ ہے کہ سالک اس قدر خدا اور اس کے ارادوں اور خواہشوں سے اتحاد اور محبت اور یک

جھتی پیدا کرلے کہ اس کا تمام اپنا عین واثر جاتا رہے۔ اور ذات اور صفات الٰہیہ بلاشائبہ ظلمت اور بلا توہم حالیّت ومحلیّت اس کے وجود آئینہ صفت میں منعکس ہو جائیں۔ اور فنا اتم کے آئینہ کے ذریعہ سے جس نے سالک میں اور اس کی نفسانی خواہشوں میں غایت درجہ کا بُعد ڈال دیا ہے انعکاس ربانی ذات اور صفات کا نہایت صفائی سے دکھائی دے... اس تیسرے قسم کی ترقی سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ سالک خدا کی محبت میں ایسا فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے اور اس قدر ذات بے چون وبے چگون اپنی تمام صفات کاملہ کے ساتھ اس سے قریب ہو جاتی ہے کہ الوہیت کے تجلیات اس کے نفسانی جذبات پر ایسے غالب آجاتے ہیں اور ایسے اس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جو اس کو اپنے نفسانی جذبات سے بلکہ ہر یک سے جو نفسانی جذبات کا تابع ہو مغائرت کلی اور عداوت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے... یہاں تک کہ خدا اس کے کان ہو گیا جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو گیا جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو گیا جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو گیا جس سے وہ چلتا ہے تو پھر کوئی ظلم اس میں باقی نہ رہا اور ہر یک خطرہ سے امن میں آگیا۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 588 تا 603 حاشیہ)

پھر فرمایا: "اور صاحب اس مرتبہ کا اخلاق الٰہیہ سے ایسا ہی بالطبع پیار کرتا ہے کہ جیسے وہ اخلاق حضرت احدیت میں محبوب ہیں اور محبت ذاتی حضرت خداوند کریم کی اس قدر اس کے دل میں آمیزش کر جاتی ہے کہ اس کے دل سے محبت الٰہی کا منفک ہونا مستحیل اور ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے دل کو اور اس کی جان کو بڑے بڑے امتحانوں اور ابتلاؤں کے سخت صدمات کے پیچ میں دے کر کوفتہ کیا جائے اور نچوڑا جائے تو بجز محبت الٰہیہ کے اور کچھ اس کے دل اور جان سے نہیں نکلتا۔ اسی کے درد سے لذت پاتا ہے۔ اور اسی کو واقعی اور حقیقی طور پر اپنا دلآرام سمجھتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں تمام ترقیات قرب ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے اس انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے کہ جو فطرت بشری کے لئے مقدر ہے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 621 تا 624 حاشیہ)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁❁❁

مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

از افاضات امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کی کہ مذہب کے معاملے میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے اور دین کے بارے میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔"

(مرسلہ: ع۔س۔اختر)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔(البقرہ: 257)

(1) اعتراض: ایک ... اعتراض مارگولیس (Margolis) نے طائف کے سردار مالک بن عوف نصری کے بارے میں کیا ہے کہ ... مالک بن عوف کو جبراً مسلمان بنالیا گیا تھا۔[1]

جواب: مارگولیس کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے اور مستشرقین کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق عمومی رویہ کی مثال ہے کہ کس طرح اس رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ کی شفقت کے واقعہ کو بھی جبر کا رنگ دیا جاتا ہے جس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل سیرت ابن ہشام میں درج ہے کہ جب حضرت رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد ہوازن کی رحم کی اپیل قبول فرماتے ہوئے ان کے قیدی اور اموال انہیں واپس کر دیئے تو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آپ کو طائف میں موجود سردار مالک بن عوف کا بھی خیال آیا اور آپ نے ان سے پوچھا کہ مالک بن عوف کا تو بتاؤ کہ اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا گیا وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] Mohammed And The Rise of Islam by D.S Margoliouth Page 403 Chapter The Taking of Meccah G.P Putnam's Sons New York and London The Knickerbocker Press Third Edition

کے اسی رحم کا ایک بار پھر مالک بن عوف کے حق میں مظاہرہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا کر اسے خبر کرو کہ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو اس کے اہل و عیال اور مال اسے لوٹا دیے جائیں گے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ فرمایا کہ اسے ایک سو اونٹ بھی دیئے جائیں گے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح ہیں کوئی غرض یا فائدہ مالک بن عوف سے آپؐ کو مطلوب نہیں ہے اور کسی بھی قانون کے تحت مالک بن عوف کے تعلق میں آپؐ ایک ذرّے کے بھی ذمہ دار نہیں ہیں لیکن اپنے ازلی جذبہ رحم کے ساتھ اسے اسلام قبول کرنے کا پیغام بھجواتے ہیں اور اس کے اہل و عیال اور مال اور اونٹ عطا کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔

ادھر مالک کے دل میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پہلے ہی گھر کر چکا تھا چنانچہ جب اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام ملا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ طائف سے چل کر جعرانہ یا مکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ملے۔ مالک اب مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے اہل اور ان کے اموال اور مزید سو اونٹ عطا فرمائے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرتے وقت انہوں نے اشعار بھی کہے جن میں سے ایک شعر یہ تھا کہ

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ فِی النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 797 امر اموال ھَوَازِن وسبایاھا... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ترجمہ: کہ میں نے سب لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا شخص نہ کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی اس پائے کے شخص کے متعلق سنا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 اکتوبر 2025ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 24 اکتوبر 2025ء جلد 32 شمارہ 253 صفحہ 6)

(2) **اعتراض:** آج کل تمام مغربی دنیا اکٹھی ہو کر عالم اسلام پر یہ الزام لگا رہی ہے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے اور اس بنیادی تشدد کی تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں میں جہادی تنظیمیں قائم ہیں۔

جواب: یہ انتہائی جھوٹا اور گھناؤنا الزام اسلام کی تعلیم پر لگایا جا رہا ہے۔ ہر احمدی اس سے بخوبی واقف ہے۔ اسلام تو امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دینے والا مذہب ہے اور جتنی انسانیت کے حقوق کا پاس اسلامی تعلیمات میں ملتا ہے اس کی مثال، اس کی نظیر اور کسی تعلیم میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ساتھ میں، بدقسمتی، کہوں گا کہ بعض تشدّد پسند گروہوں نے جن کا اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اپنی انا کی تسکین کے لئے، اپنی ذات کو ابھار کر دنیا کے سامنے پیش کرنے

کے لئے اسلام کی تعلیم کو اس طرح جہادی تنظیموں کے تصور کے ساتھ منسلک کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی وجہ سے اسلام کی جو خوبصورت تعلیم تھی اس کا ایک بڑا بھیانک تصور قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہے بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ ابھی جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

”یہ عجیب بات ہے کہ اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ جبر سے دین پھیلانے کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اسلام اگر ایک طرف جہاد کے لئے مسلمانوں کو تیار کرتا ہے جیسا کہ اس سورۃ میں وہ فرما چکا ہے کہ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ۔(البقرہ:191) یعنی تم اللہ کی راہ میں، ان لوگوں سے جنگ کرو، جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی جنگ کا جو حکم تمہیں دیا گیا ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے جبر کرنا جائز ہو گیا ہے، بلکہ جنگ کا یہ حکم محض دشمن کے شر سے بچنے اور اس کے مفاسد کو دُور کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ قرآن کریم ایک طرف تو مسلمانوں کو لڑائی کا حکم دیتا اور دوسری طرف اسی سورۃ میں یہ فرما دیتا کہ دین کے لئے جبر نہ کرو۔ کیا اس کا واضح الفاظ میں یہ مطلب نہیں کہ اسلام دین کے معاملے میں دوسروں پر جبر کرنا کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیتا۔

پس یہ آیت دین کے معاملے میں ہر قسم کے جبر کو نہ صرف ناجائز قرار دیتی ہے بلکہ جس مقام پر یہ آیت واقع ہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام جبر کے بالکل خلاف ہے۔ پس عیسائی مستشرقین کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ غیر مذاہب والوں کو اسلام میں داخل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کی کہ مذہب کے معاملے میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے اور دین کے بارے میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔“ (تفسیر کبیر، جلد2 صفحہ 585،586)

(خطبات مسرور جلد1 صفحہ 129)

(3) **اعتراض:** غیر مسلموں کا الزام ہے کہ زبردستی مذہب تبدیل کرتے تھے۔

جواب: تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جو ان باتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ ہم دیکھ ہی آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیا تھی۔ ایک واقعہ کا ذکر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ قَتَلَ مُعَاھَدًا لَمْ

يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔(صحیح بخاری، کتاب الجزیہ باب اثم من قتل معاهداً بغیر جرم حدیث: 3166)یعنی جو مسلمان کسی ایسے غیر مسلم کے قتل کا مرتکب ہو گا جو کسی لفظی یا عملی معاہدہ کے نتیجہ میں اسلامی حکومت میں داخل ہو چکا ہے وہ علاوہ اس دنیا کی سزا کے، قیامت کے دن بھی جنت کی ہوا سے محروم رہے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کا کیا طریق تھا۔ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے اور غصہ کی حالت میں دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ لوگ جزیہ ادا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان پر وہ بوجھ ڈالا جائے جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے، انہیں چھوڑ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کو تکلیف دیتا ہے وہ قیامت کے دن خدا کے عذاب کے نیچے ہو گا۔ چنانچہ ان لوگوں کو جزیہ معاف کر دیا گیا۔

(کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف یعقوب فصل فی من تجب علیہ الجزیۃ صفحہ 135)

حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی ارشادات کے ماتحت اپنی غیر مسلم رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ انہوں نے فوت ہوتے وقت خاص طور پر ایک وصیت کی جس کے الفاظ یہ تھے کہ میں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا سے بہت نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے، ان کے معاہدات کو پورا کرے، ان کی حفاظت کرے، ان کے لئے ان کے دشمنوں سے لڑے اور ان پر قطعاً کوئی ایسا بوجھ یا ذمہ داری نہ ڈالے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔(کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف یعقوب فصل فی من تجب علیہ الجزیۃ صفحہ 136) اگر زبردستی مسلمان کیا جاتا تو پھر یہ صورت کیوں ہوتی۔

پھر خیبر کے یہودیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محاصل کی وصولی کے لئے اپنے صحابی عبد اللہ بن رواحہؓ کو بھجوایا کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم کے ماتحت عبد اللہ بن رواحہ فصل کی بٹائی میں اس قدر نرمی سے کام لیتے تھے کہ فصل کے دو حصے کر کے یہودیوں کو اختیار دے دیتے تھے کہ ان حصوں میں سے جو حصہ تم پسند کر و لے لو اور پھر جو حصہ پیچھے رہ جاتا تھا وہ خود لے لیتے تھے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب البیوع باب فی المساقاۃ حدیث: 3410)

جیسا کہ میں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تعامل کے ماتحت حضرت عمرؓ کو اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا کے حقوق اور آرام کا بہت خیال تھا۔ وہ اپنے گورنروں کو تاکید کرتے رہتے تھے کہ ذمیوں کا خاص خیال رکھیں اور خود بھی پوچھتے رہتے تھے کہ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ذمیوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش

ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان سے پہلا سوال یہی کیا کہ مسلمانوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے مسلمانوں کی طرف سے حسنِ وفا اور حسن سلوک کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ (طبری جلد 5 صفحہ 2560) جب شام فتح ہوا تو مسلمانوں نے شام کی عیسائی آبادی سے ٹیکس وصول کیا لیکن اس کے تھوڑے عرصے بعد رومی سلطنت کی طرف سے پھر جنگ کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس پر شام کے اسلامی امیر حضرت ابو عبیدہؓ نے تمام وصول شدہ ٹیکس عیسائی آبادی کو واپس کر دیا اور کہا کہ جنگ کی وجہ سے جب ہم تمہارے حقوق ادا نہیں کر سکتے تو ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ ٹیکس اپنے پاس رکھیں۔ عیسائیوں نے یہ دیکھ کر بے اختیار مسلمانوں کو دعا دی اور کہا خدا کرے تم رومیوں پر فتح پاؤ اور پھر اس ملک کے حاکم بنو۔ (کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف یعقوب فصل فی الکنائس والبیع والصلبان صفحہ 150) (فتوح البلدان بلاذری صفحہ 146) مسلمانوں کا یہ سلوک تھا۔ چنانچہ جب دوبارہ فتح ہوئی اور مسلمان پھر واپس آئے تو پھر اسی طرح ٹیکس وصول ہونا شروع ہو گیا۔

اب یہ بتائیں کہ کیا اس کو زبردستی کہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر الزام لگانے والے اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں، تاریخ پڑھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کا کتنا درد رکھتے تھے۔ اسلام کی دعوت دیتے تھے تو پیار اور نرمی کے ساتھ کہ اس شخص کی جان کے لئے فائدہ ہے۔

ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنے غلبہ اور حکومت کے زمانے میں بھی غیر مسلموں کے احساسات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مدینے میں ایک یہودی نوجوان بیمار ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور اس کی حالت کو نازک پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ وہ آپؐ کی تبلیغ سے متاثر ہوا مگر چونکہ اس کا باپ زندہ تھا اور اس وقت پاس ہی کھڑا تھا وہ ایک سوالیہ شکل بنا کے اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ اگر تم قبول کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔ چنانچہ لڑکے نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک روح آگ کے عذاب سے بچ گئی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی حدیث: 1356) اب اس قرآنی تعلیم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی چند مثالوں سے جو مَیں نے بیان کی ہیں ظلم کی اور جو الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اس کی حقیقت تو واضح ہو گئی۔ یہ تو پتہ چل گیا کہ اسلام کس طرح پھیلا ہے۔ اور شروع میں جو میں نے بتایا تھا کہ سپین میں کیا سلوک ہوا اس سے ان لوگوں کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔

انصاف پسند عیسائی مستشرقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس کی بھی میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

کارلائل صاحب (Thomas Carlyle 1795-1881) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "ہم لوگوں (یعنی عیسائیوں) میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک پُرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویدار نبوت تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے۔ اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں۔ جو جھوٹی باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت بنائی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کا باعث ہیں۔ اور جو باتیں اس انسان (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زبان سے نکالی تھیں 1200 برس سے 18 کروڑ آدمیوں کے لئے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں۔ (اُس وقت 18 کروڑ تھے جب انہوں نے لکھا تھا)۔ اس وقت جتنے آدمی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اَور کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے کہ جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا۔[1]

پھر سر ولیم میور (Sir William Muir 1819-1905) (یہ کافی متعصب بھی ہیں، بعض باتیں غلط بھی لکھی ہوئی ہیں) یہ بھی لکھتے ہیں کہ "ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جن کی تاریکی مدتوں سے جزیرہ نمائے عرب پر چھا رہی تھی کالعدم کر دیا۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔"[2]

پھر ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں (Edward Gibbon 1737-1794) "حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت میں سب سے آخری بات جو غور کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ ان کی رسالت لوگوں کے حق میں مفید ہوئی یا مضر؟ جو لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور عیسائی اور یہودی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعویٰ نبوت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لئے کیا تھا۔ گو وہ یہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ گویا وہ اس بات کو

[1] Thomas Carlyle, 'On Heros-Worship and the Heroic in History' pg: 43, 44U of Nebraska press 1966
[2] Sir William Muir 'The Life of Muhammad' Vol. IV. Pg: 534, Kessinger publishing (1st published 1878, this edition 2003)

تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے مذہب کے تمام دنیا کے اَور مذاہب سے مذہب اسلام اچھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے انسان کے خون کے کفارے کو نماز و روزہ و خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھی سادی عبادت ہے۔ یعنی جو انسان کی قربانی بتوں پر ہوتی تھی اس کو معدوم کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک روح پھونک دی، آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم کو روک دیا۔ قومیں جو ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں وہ اعتقاد و فرمانبرداری میں متفق ہو گئیں اور خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی وہ نہایت مستعدی سے غیر ملک کے دشمن کے مقابلے پر مائل ہو گئی۔"[1]

پھر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں(1789-1877 John Devonport) "اِس بات کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے اس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی۔ کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرّاء ہیں وہ بلا تامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین جس کے ذریعہ سے انسانوں کی قربانی کے بدلے نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ فیاضی اور حسن معاشرت کی ایک روح لوگوں میں پھونک دی۔ وہ مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا اور اسی وجہ سے خاص کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان خون ریز تدبیروں کی ضرورت نہ ہوئی جن کا استعمال بلا استثناء اور بلا امتیاز حضرت موسیٰؑ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کے لئے کیا تھا۔ پس ایسے اعلیٰ وسیلہ کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات و مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کے لئے پیدا کیا ہے گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو بات ہے۔"[2]

ایڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہیں(1737-1794 Edward Gibbon)"مسلمانوں کی لڑائیوں کو ان کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مقدس قرار دیا تھا مگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی حیات میں جو مختلف نصیحتیں کیں اور نظیریں قائم کیں ان سے خلفاء نے دوسرے مذاہب کو آزادی دینے کا سبق حاصل کیا۔ ملک عرب میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا کی عبادت گاہ اور ان کا مفتوحہ ملک تھا۔ اگر وہ چاہتے تو وہاں کے بہت سے دیوتاؤں کے ماننے والوں اور بت پرستوں کو شرعاً نیست و نابود کر سکتے تھے، مگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصاف کو قائم فرما کر نہایت عاقلانہ تدبیریں اختیار کیں۔"[3]

---

[1] Edward Gibbon 'The History of the Decline and Fall of the Roman Empire' Vol. V. pg: 231, Penguins Classics (1st published 1788. This edition 1996)
[2] John Devonport 'An Apology for Muhammad and the Quran.' (1st published 1869)
[3] Edward Gibbon 'The History of the Decline and Fall of the Roman Empire' Vol. V. pg: 315, Penguins Classics (1st published 1788. This edition 1996)

کاؤنٹ ٹالسٹائے لکھتے ہیں کہ (Count Tolstoy 1828-1910)"اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم المرتبت مصلح تھے جنھوں نے انسانوں کی خدمت کی۔ آپؐ کے لئے یہ فخر کیا کم ہے کہ آپؐ امت کو نورِ حق کی طرف لے گئے اور اسے اس قابل بنادیا کہ وہ امن وسلامتی کی دلدادہ ہو جائے۔ زہد و تقویٰ کی زندگی کو ترجیح دینے لگے۔ آپ نے اسے انسانی خونریزی سے منع فرمایا۔ اس کے لئے حقیقی ترقی اور تمدن کی راہیں کھول دیں۔ اور یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اس شخص سے انجام پا سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی مخفی قوت ہو اور ایسا شخص یقیناً عام اکرام واحترام کا مستحق ہے۔"[1]

پھر برنارڈ شا لکھتے ہیں کہ (George Bernard Shaw 1856-1950)"ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت اور تعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ انہوں نے تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ **محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔**"[2]

پھر ایک عیسائی مؤرخ ریورنڈ باسورتھ سمتھ کہتے ہیں کہ (R.Bosworth Smith 1839 -1908)"مذہب اور حکومت کے رہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک وجود میں جمع تھیں۔ آپ پوپ تھے مگر پوپ کی طرح ظاہرداریوں سے پاک۔ آپ قیصر تھے لیکن قیصر کے جاہ و حشم سے بے نیاز۔ اگر دنیا میں کسی شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس نے باقاعدہ فوج کے بغیر، محل شاہی کے بغیر اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن وانتظام قائم رکھا تو وہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کو اس سازوسامان کے بغیر ہی سب کی سب طاقتیں حاصل تھیں۔"[3]

پھر پرنگل کینیڈی صاحب لکھتے ہیں کہ (Pringle Kennedy 1855 -1925)"کھلے لفظوں میں (کہا جائے تو) **محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) زمانے کے عظیم انسان تھے۔ آپؐ کی حیران کن کامیابی کے لئے ہمیں لازماً ان کے حالات زمانہ کو سمجھنا چاہیے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے ساڑھے پانچ سو سال بعد آپؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس زمانے میں یونان، روم اور بحیرۂ عرب کی ایک سو ایک ریاستوں کے تمام قدیم مذاہب اپنی افادیت کھو چکے تھے۔ اس کی جگہ رومن حکومت کا دبدبہ ایک زندہ حقیقت کا روپ دھار چکا تھا اور شہنشاہ قیصر روم کے مطابق حکومت وقت کی پرستش اور

---

[1] Count Tolstoy. Islamic Network. Accessed from http://www.islam.net/main/

[2] George Bernad Shaw 'The Genuine Islam' Vol.1 No.8 1936 acessed from Wikipedia from:http://en.wikipedia.org/wiki/Non-Islamic-views –of- Muhammad

[3] R. Bosworth Smith 'Muhammad and Muhammadanism' pg: 262. Book Tree (1st published 1876, this edition 2002)

اطاعت گویا رومی حکومت کا مذہب بن چکا تھا۔ یہ بجا کہ دیگر مذاہب بھی موجود تھے مگر وہ اپنے مذہب کے باوجود اس نئی عوامی روش کے پابند ہو چکے تھے۔ لیکن شہنشاہیت روما دنیا کو سکون نہ دے سکی۔ چنانچہ مشرقی مذاہب اور مصر، شام اور ایران کی توہم پرستی نے رومی سلطنت میں نفوذ شروع کیا اور مذہبی لوگوں کی اکثریت کو زیر اثر کر لیا۔ ان تمام مذاہب کی مہلک خرابی یہ تھی کہ وہ کئی پہلوؤں سے قابل شرم حد تک گر چکے تھے۔ عیسائیت جس نے چوتھی صدی میں سلطنت روما کو فتح کیا تھا، رومن اقتدار اپنا چکی تھی۔ اب عیسائیت وہ خالص فرقہ نہ رہا تھا جس کی تعلیم اسے تین صدیاں قبل دی گئی تھی، وہ سراسر غیر روحانی، تموّل پسند اور مادیت زدہ ہو چکی تھی۔ پھر کیسے چند ہی سالوں میں اس حالت میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا؟ ہاں یہ کیسے ہوا کہ 650ء میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد) دنیا کا ایک بہت بڑا خطہ پہلے کے مقابل پر ایک مختلف دنیا میں تبدیل ہو گیا۔ بلاشبہ یہ تاریخ انسانی کا ایک نہایت شاندار باب ہے۔ پھر یہ انقلاب آگے بڑھا... انتہا پرست عیسائیوں اور مستشرقین کی مخالفانہ رائے کے باوجود ان گہرے اثرات میں کوئی کمی نہیں آسکتی جو آپ (ﷺ) کی زندگی نے تاریخ عالم پر ثبت کئے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان کے برپا کردہ انقلاب کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔"[1]

ایس پی سکاٹ لکھتے ہیں کہ(S.P.Scott 1846 -1929) "اگر مذہب کا مقصد اخلاق کی ترویج، برائی کا خاتمہ، انسانی خوشی و خوشحالی کی ترقی اور انسان کی ذہنی صلاحیتوں کا جلا ہے اور اگر نیک اعمال کی جزا اسی بڑے دن ملنی ہے جب تمام بنی نوع انسان قیامت کے دن خدا کے حضور پیش کئے جائیں گے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ خدا کے رسول تھے، ہرگز بے بنیاد اور بے دلیل (دعویٰ) نہیں ہے۔"[2]

کافی حوالے ہیں لیکن میں مختصر کرتا ہوں۔

Ruth Cranston(1887-1956)، "World Faith" میں لکھتے ہیں کہ محمد عربی (ﷺ) نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحہ اور طریق سے لڑے جو اس زمانے کا رواج تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ چودہ کروڑ (یہ 1950ء کے قریب کی پرانی بات ہے) عیسائیوں میں سے جنہوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو ہلاک کیا ہو۔ ساتویں صدی کے تاریکی کے دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، عرب کے نبی کے ہاتھوں ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے

[1] Pringle Kennedy, 'Arabian Society at the time of Muhammad.' Pg: 8,10,18,21
[2] S.P.Scott, 'History of The Moorish Empire in Europe.' Pg: 126.

مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ جو قتل انکیوئزیشن (Inquisition) اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے اس کے بیان کی تو حاجت ہی نہیں جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ "ان مسلمان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں لت پت تھے۔"[1]

پھر **ڈیون پورٹ** لکھتے ہیں(John Devonport 1789-1877) " یہ بات یقینی طور پر کامل سچائی کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر مسلمان مجاہدین اور ترکوں کی جگہ ایشیا کے حکمران مغربی شہزادے ہو گئے ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ اس مذہبی رواداری کا سلوک نہ کرتے جو مسلمانوں نے عیسائیت کے ساتھ کیا۔ کیونکہ عیسائیت نے تو اپنے ان ہم مذہبوں کو نہایت تعصب اور ظلم کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا جن کے ساتھ ان کے مذہبی اختلافات تھے۔"[2]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مضمون پڑھنے والے نے ایک یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن شریف میں لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم ہے (فرماتے ہیں کہ) معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو نہ اپنی ذاتی کچھ عقل ہے اور نہ علم۔ صرف پادریوں کا کاسہ لیس ہے۔ کیونکہ پادریوں نے اپنے نہایت کینہ اور بغض سے جیسا کہ ان کی عادت ہے، محض افتراء کے طور پر اپنی کتابوں میں یہ لکھ دیا ہے کہ اسلام میں جبراً مسلمان بنانے کا حکم ہے۔ سو اس نے اور اس کے دوسرے بھائیوں نے بغیر تحقیق اور تفتیش کے وہی پادریوں کے مفتریانہ الزام کو پیش کر دیا۔ قرآن شریف میں تو کھلے کھلے طور پر یہ آیت موجود ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔(البقرہ: 257) یعنی دین میں کوئی جبر نہیں، تحقیق ہدایت اور گمراہی میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو گیا ہے۔ پھر بھی جبر کی کیا حاجت ہے۔ تعجب کہ باوجودیکہ قرآن شریف میں اس قدر تصریح سے بیان فرمایا ہے کہ دین کے بارے میں جبر نہیں کرنا چاہئے پھر بھی جن کے دل بغض اور دشمنی سے سیاہ ہو رہے ہیں۔ ناحق خدا کے کلام پر جبر کا الزام دیتے ہیں۔

اب ہم ایک اور آیت لے کر منصفین سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہ خدا سے ڈر کر ہمیں بتلاویں کہ کیا اس آیت سے جبر کی تعلیم ثابت ہوتی ہے یا برخلاف اس کے ممانعت جبر کا حکم بپایہ ثبوت پہنچتا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے کہ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔(التوبہ: 6) اگر تجھ سے اے رسول! کوئی مشرکوں میں سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دے دو اور اس وقت تک اس کو اپنی پناہ میں رکھو کہ وہ اطمینان سے خدا کے کلام کو سن سمجھ لے اور پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پر واپس پہنچا دو۔ یہ رعایت ان لوگوں کے

[1] Ruth Cranston. ‘World Faith’, pg: 155. Ayer publishing 1949.
[2] John Devonport ‘An Apology for Muhammad and the Quran.’ (1st published 1869)

حق میں اس وجہ سے کرنی ضرور ہے کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قرآن شریف جبر کی تعلیم کرتا تو یہ حکم نہ دیتا کہ جو کافر قرآن شریف کو سننا چاہے تو جب وہ سن چکے اور مسلمان نہ ہو تو اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دینا چاہیئے بلکہ یہ حکم دیتا کہ جب ایسا کافر قابو میں آجاوے تو وہیں اس کو مسلمان کر لو۔ ‘‘

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد23 صفحہ 232،233)

(خطبہ جمعہ فرمودہ15 ستمبر 2006ء خطبات مسرور جلد4 صفحہ 466تا473)

۞ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس: 100)

ترجمہ: اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو جو بھی زمین میں بستے ہیں اکٹھے سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تُو لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے۔ حتی کہ وہ ایمان لانے والے ہو جائیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پھر ایک غلط تصور اسلامی تعلیم اور تاریخ سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ قائم ہو گیا ہے کہ اسلام شدت پسند مذہب ہے اور زبردستی اس تعلیم کی وجہ سے ابتدا میں لوگوں کو اسلام میں داخل کیا گیا ہے اور اب بھی اسی طرح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ قرآن کریم کو جب ہم دیکھیں تو بیشمار جگہ قرآن کریم جبر کی تعلیم کی نفی کرتا ہے اور جبر سے روکتا ہے۔ .... پس اگر دنیا کو جبر سے منوانا ہوتا تو خدا تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ تو لوگوں کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ میں یہ طاقت ہے کہ میں سب کو مسلمان بنا سکتا ہوں لیکن میں نے یہ نہیں کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا تو پھر نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی آپ کے ماننے والوں کو یہ اختیار ہے کہ کسی کو جبر سے مسلمان بنالیں۔ پس تبلیغ کا حکم ہے اسلام کا پیغام پہنچانے کا حکم ہے دوسروں کو راستہ دکھانے کا حکم ہے اور یہ راستہ دکھا کر پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔(الکھف:30)

ترجمہ: اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ یہ تعلیم سچی ہے تمہارے فائدے کے لئے ہے۔ مان لو تو بہتر ہے نہ مانو تو پھر تمہاری مرضی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اگلے جہان میں حساب کتاب کرے گا پھر دنیا کا معاملہ ختم ہو گیا۔ اس دنیا میں مذہب نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو زبردستی کا حق نہیں ہے۔ پس اسلام دنیا میں مذہب کی وجہ سے کسی کو سزا نہیں دے رہا یہ تو مسلمانوں کے

بعض علماء نے غلط تشریحیں کر کے تفسیریں کر کے اسلام کو بدنام کر دیا ہے۔ اگر اسلام کی تاریخ کو دیکھیں اور قرآن کریم کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ لوگوں نے اگر اسلام کی تعلیم قبول کرنے سے انکار کیا تو یہ بات کر کے کیا کہ ہم اسلام کو قبول کر کے گھر سے بے گھر ہو جائیں گے وطن سے بے وطن ہو جائیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (القصص: 58)

ترجمہ: اور انہوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ ہدایت کی پیروی کریں گے تو ہم اپنے وطن سے نکال پھینکے جائیں گے۔ کیا ہم نے انہیں پر امن حرم میں سکونت نہیں بخشی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو یہی کہتے ہیں کہ کیا ہم نے حرم میں سکونت نہیں بخشی جس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں اور یہ ہماری طرف سے بطور رزق ہیں لیکن ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

پس یہاں تو غیر مسلموں کے خوف سے اسلام قبول نہیں کیا جا رہا ان لوگوں کے خوف سے اسلام نہیں قبول کیا جا رہا جو اسلام کے خلاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے تجھے مان لیا تو یہ لوگ تو ہمیں کھا جائیں گے ختم کر دیں گے یا ہمیں غلام بنالیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر یہ عقل سے کام لیں تو دیکھیں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی حفاظت فرمائی ہے اور یہاں ہر قسم کی نعمتیں جمع کی ہیں لیکن نہیں یہ اس بات کو نہیں دیکھتے اور دنیا کا خوف غالب ہے اور اسلام کو قبول کرنے سے محروم ہو رہے ہیں۔ پس یہاں خوف ہے اور اپنا امن برباد ہونے کا خطرہ ان کو پیش ہے اسلام سے کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ دنیاوی بادشاہوں سے خطرہ ہے۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان حکومتیں اس بات کو نہیں سمجھ رہیں اور اسلام کی تعلیم کے بارے میں بھی غلط تصور قائم ہو رہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ شدت پسند اور شر پھیلانے والا مذہب ہے۔ اگر آج بھی مسلمانوں کے عمل اس تعلیم کے مطابق ہو جائیں تو دنیا کی اسلام کی طرف توجہ پیدا ہو جائے اور مسلمان بھی دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ کی طرف حقیقی رجوع سے اور دنیاوی خداؤں کو چھوڑنے سے جہاں دنیا میں امن قائم ہو گا وہاں مسلمانوں کی اپنی ساکھ اور عزت اور وقار بھی کئی گنا بڑھے گا۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق اور زمانے کے امام کو مانیں گے جو دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔" (اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 26-12-2021)

❁ سر ولیم میور (Sir William Muir) یہ بھی ایک مستشرق ہے اور کافی کچھ خلاف بھی لکھتا ہے۔ یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ منصف اور معتدل رہے۔ آپ اپنے اُن دشمنوں سے نرمی میں ذرہ بھی کمی نہ

کرتے جو آپ کے دعاوی کو بخوشی قبول کر لیتے۔مکہ والوں کی طویل اور سرکش ایذا رسانیاں اس بات پر منتج ہونی چاہئے تھیں کہ فاتح مکّہ اپنے غیظ و غضب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتا۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام تلخ یادوں کو یکسر بھلا دیا۔ ان کے تمام استہزائی، گستاخیوں اور ظلم و ستم کے باوجود آپ نے اپنے سخت ترین مخالفین سے بھی احسان کا سلوک کیا۔ مدینہ میں عبد اللہ اور دیگر منحرف ساتھی (یعنی جو منافقین تھے) جو کہ سالہا سال سے آپ کے منصوبوں میں روکیں ڈالتے اور آپ کی حاکمیت میں مزاحم ہوتے رہے، ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے۔ اسی طرح وہ نرمی جو آپ نے اُن قبائل سے برتی جو آپ کے سامنے سرنگوں تھے۔ اور قبل ازیں جو فتوحات میں بھی شدید مخالف رہے تھے، ان سے بھی نرمی کا سلوک فرمایا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اکتوبر 2012ء خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 602،603)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"Karen Armstrong یہ بھی ایک اچھی مستشرق ہیں اور عموماً بڑے انصاف سے لکھنے والی ہیں۔ 1944ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ انگلستان کی ایک معروف سکالر اور مصنفہ ہیں جو موازنہ مذاہب کے متعلق اپنی تحریرات کے باعث شہرت بھی رکھتی ہیں۔ اس نے اپنی کتاب Muhammad A Biography of the Prophet میں فتح مکہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خونریز انتقام لینے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا اور نہ ہی ایسا لگتا ہے کہ کسی پر کوئی دباؤ ڈالا گیا ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مجبور کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کے درمیان صلح اور مصالحت قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اس لیے نہیں آئے تھے کہ قریش کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں بلکہ اس لیے آئے تھے کہ اس مذہب کو ختم کر دیں جو ان کے لیے ناکام ثابت ہوا تھا۔ مکہ کی فتح کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے اپنے دعوے کی سچائی کو ثابت کر دیا۔ یہ فتح بغیر کسی قسم کی خونریزی کے حاصل ہوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پر امن پالیسی کامیاب رہی۔ چند ہی سالوں میں مکہ میں بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا اور عِکرمہ اور سُہیل جیسے سخت ترین مخالفین مخلص اور پُرجوش مسلمان بن گئے۔"[1]

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جولائی 2025ء مطبوعہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 8 اگست 2025ء جلد 32 شمارہ 187 صفحہ 3)

[1]Muhammad A Biography of the Prophet by Karen Armstrong, pg:243,245 Book Readers international Quetta

تعارف کتاب ''سرمہ چشم آریہ''

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔''

(''ملفوظات'' حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد 7 صفحہ 224 ایڈیشن 2022ء)

سرمہ چشم آریہ

(اے۔ ولیم)

تعارف:

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر ہوشیار پور میں چلہ کشی اور پیشگوئی پسر موعود کے اعلان کے بعد ایک اور اہم ترین واقعہ ایک معروف آریہ سماجی لیڈر محترم ماسٹر مرلیدھر صاحب کے ساتھ مباحثہ ہے۔

مرلیدھر صاحب گورنمنٹ سکول میں ڈرائنگ ماسٹر تھے۔ اور آریہ سماج ہوشیار پور کے ایک اعلیٰ درجہ کے رکن اور مدارالمہام تھے۔ یہ خود حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ تعلیم اسلام پر میرے چند سوالات ہیں۔ چنانچہ فریقین کی منظوری سے طے ہوا کہ دونوں طرف سے سوالات پیش ہوں۔ یہ مباحثہ 11 مارچ کی رات اور 14 مارچ دن کے وقت حضرت اقدسؑ کی فرودگاہ (ہوشیار پور) میں ہوا۔ محترم ماسٹر صاحب نے شق القمر کے بارہ میں اعتراض پیش کیا۔ اور 14/مارچ کو حضورؑ کی طرف سے آریہ صاحبوں کے اس اصول پر اعتراض پیش ہوا کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی اور نہ وہ کسی روح کو خواہ کوئی کیسا ہی راست باز اور وفادار اور سچا پرستار ہو ہمیشہ کے لئے جنم مرن کے

عذاب سے نجات بخشے گا۔

یہ مباحثہ جو کہ آریہ سماج کے ساتھ گویا کہ سب سے پہلا باقاعدہ بالمشافہ مناظرہ ومباحثہ کہا جاسکتا ہے۔(پنڈت کھڑک سنگھ صاحب سے ایک چھوٹا سا انفرادی مباحثہ قادیان میں ہوا، پنڈت لیکھرام صاحب بھی مباحثہ کے نام سے آئے تھے لیکن عملاً وقوع پذیر نہ ہوا۔) اور اس مباحثہ کے ناظرین میں کئی نامور ہندو مسلم معززین بھی شامل تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کی تائید ونصرت میں یہ عجیب نشان دکھایا کہ ماسٹر صاحب نے میدان مباحثہ ہی چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرلی۔ اور یوں علاوہ شکست کے ندامت اور شرمندگی بھی فریق ثانی کے حصہ میں آئی۔

مباحثہ کی یہ ساری تفصیل مع فریقین کے سوالات حضرت اقدسؑ نے چندماہ بعد ستمبر 86ء میں کتابی صورت میں، سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع فرمادی۔ جہاں سے یہ ساری روداد پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔اور اس کو یکطرفہ روداد نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ یہ ماسٹر صاحب کو بھیجی گئی اور ماسٹر صاحب اس کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہے لیکن انہوں نے کبھی بھی اس کی تردید نہیں کی۔بلکہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم ومصنف حیات احمدؑ بیان کرتے ہیں کہ:

’’میں نے خود ماسٹر مرلیدھر صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ واقعات درست ہیں نتائج اپنے طرز پر مرزا صاحب نے پیدا کر لئے ہیں۔اور ہر شخص پڑھ کر رائے قائم کر سکتا ہے۔میں نے عرض کیا کہ نتائج ان واقعات سے وہی پیدا ہوتے ہیں۔تو کہا کہ اپنا اپنا خیال ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تردید کریں تو کہا ضرورت نہیں۔‘‘

(حیات احمدؑ، مرتبہ یعقوب علی عرفانی جلد2 صفحہ 462)

یہ مباحثہ آریہ سماج پر ایک بھاری اور غیر فانی حجت ثابت ہوا۔اور یہ قرض وہ کبھی اپنے سروں سے نہ اتار سکے۔علاوہ اس کے قرآن کریم کے حقائق ومعارف اور آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام اور سیرت وسوانح کا ایک خزانہ تحریری صورت میں ہمارے سامنے ’’سرمہ چشم آریہ‘‘ کی شکل میں آیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے ماسٹر مرلی دھر صاحب کے ساتھ ہونے والا یہ مباحثہ چندماہ بعد ہی آخر ستمبر 1886ء میں ’’سرمہ چشم آریہ‘‘ کے نام سے شائع فرمادیا۔ جس میں آپ نے ستیارتھ پرکاش کا مطلوبہ حوالہ اور اس کے علاوہ وہ جوابات بھی جو مباحثے میں ناتمام رہ گئے تھے اس خوبصورتی سے شامل کر دیئے کہ کتاب کو ایک تاریخی شاہکار کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ حضور نے اس کتاب میں آریہ سماج پر زبردست تنقید کی اور معجزات وخوارق قرآنی، عجائبات عالم، روح کے خواص، کشف قبور، انسان کامل اور قانون قدرت جیسے اہم مسائل پر بھی بڑی لطیف روشنی ڈالی اور بالخصوص بتایا کہ خدائی قانون کا احاطہ جب کسی انسان کے لئے ممکن نہیں تو کسی معجزہ کو قانون قدرت کے منافی کیسے قرار دیا

جاسکتا ہے ؟ کتاب کا رد لکھنے والے کے لئے حضور نے پانچ سو روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا۔ اور لطف یہ کہ اس کے لئے منشی جیون داس صاحب سیکرٹری آریہ سماج کو ثالث تجویز فرمادیا کہ اگر وہ قسم کھا کر شہادت دے دیں کہ کتاب کا جواب دے دیا گیا ہے تو محض ان کی شہادت پر حضور یہ انعام دے دیں گے۔ اس انعامی چیلنج پر آریہ سماج نے بالکل چپ سادھ لی۔ لیکھرام نے ''نسخہ خبط احمدیہ'' کے ذریعہ سے اس کے رد کی ناکام کوشش کی۔

بہرحال سرمہ چشم آریہ کے جواب میں ایک اور رسالہ بھی لکھا گیا۔ جس کا نام ''**سرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن فریب غلام احمد کی کیفیت**'' تھا۔

''سرمہ چشم آریہ'' ایسی معرکۃ الآراء کتاب کی اشاعت پر اہلحدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں ریویو کرتے ہوئے لکھا:

> ''حمیت و حمائت اسلام تو اس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان اس کتاب کے دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔ اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصول اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی برائی زیادہ شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہو گی۔
>
> دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سے دوسری تصانیف مرزا صاحب (سراج منیر وغیرہ) کے جلد چھپنے اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہو گی۔ ہم نے سنا ہے کہ اس وقت تک سراج منیر کا طبع ہونا عدم موجودگی زر کے سبب معرض التوا میں ہے اور اس کے مصارف طبع کے لئے آمد قیمت سرمہ چشم آریہ کا انتظار ہے۔ یہ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اور فدا ہو رہا ہے پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام خیالوں کو یہ خیال ہو گا کہ مرزا صاحب اپنے دس ہزار روپیہ کی جائیداد جس کو انہوں نے مخالفین اسلام کو مقابلہ پر انعام دینے کے لئے رکھا ہوا ہے فروخت کر کے صرف کر لیں تو پیچھے کو وہ ان کو مالی مدد دیں گے۔ ان کا واقعی یہی خیال ہے تو ان کا حال اور بھی افسوس کے لائق ہے۔'' (اشاعۃ السنہ جلد 9 نمبر 6 صفحہ 157، 158)

مشہور عیسائی اخبار نور افشاں (6 ر جنوری 1887ء) نے ''سرمہ چشم آریہ'' پر ان الفاظ میں تبصرہ لکھا کہ:

'' یہ رسالہ حال میں مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ نے بڑی تحقیق و تدقیق سے تالیف کیا ہے۔ اگر آریہ سماج والوں کے مذہب کی اصل حقیقت اور ان کے عقائد کی ماہیت اور ان کی ویدوں کی کیفیت

دریافت کرنا منظور ہو تو اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں کہ رسالہ سرمہ چشم آریہ کو اول سے آخر تک دیکھیں۔
حقیقت میں اس رسالہ نے سب پردہ آریہ سماج والوں کا کھول ہی دیا ہے ایسا کہ اس مذہب کا خاتمہ ہی کر دیا ہے۔''
(نور افشاں مورخہ 6 جنوری 1887ء صفحہ 4)

''سرمہ چشم آریہ'' میں آریہ سماج کے بنیادی اصولوں کی جس طرح دھجیاں اڑائی گئی ہیں اس کی یاد خود ماسٹر مرلی دھر آخر دم تک بھلا نہیں سکے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق اس رائے کا اظہار کیا کہ ''مرزا صاحب غیر معمولی علم رکھتے ہیں میں نے علمائے اسلام میں وہ چیز نہیں دیکھی جو ان میں ہے۔'' (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 300 تا 302)

ایک غیر احمدی عالم (مولوی سید ابوالحسن علی ندوی) نے اس عظیم الشان کتاب کے متعلق اپنی یہ رائے شائع کی:

''1886ء میں مرزا صاحب نے ہوشیار پور میں مرلی دھر آریہ سماج سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کے بارے میں انہوں نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ''سرمہ چشم آریہ'' ہے یہ کتاب مناظرہ مذاہب و فرق میں ان کی دوسری تصنیف ہے۔

پہلے دن کے مناظرہ کا موضوع بحث ''معجزہ شق القمر کا عقلی و نقلی ثبوت'' تھا۔ مرزا صاحب نے اپنی اس کتاب میں نہ صرف اس معجزہ بلکہ معجزات انبیاء کی پرزور و مدلل وکالت کی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ معجزات و خوارق کا وقوع عقلاً ممکن ہے محدود انسانی عقل اور علم اور محدود انفرادی تجربات کو اس کا حق نہیں کہ وہ ان معجزات و خوارق کا انکار کریں اور اس کائنات کے احاطہ کا دعویٰ کریں وہ بار بار اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ انسان کا علم محدود و مختصر اور امکان کا دائرہ بہت وسیع ہے ان کا اس پر بھی زور ہے کہ مذاہب و عقائد کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے اور اس میں اور عقل میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ عقل غیر محیط ہے۔''

(قادیانیت مطالعہ و جائزہ از مولوی سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ 62، 63، مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ایڈیشن دوم 1966ء)

اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے آریوں کو حق و باطل کے فیصلہ کی ایک آسان صورت بتائی کہ وہ کافی غور و فکر کے بعد قرآن مجید سے متعلق دو تین ایسے زبردست اعتراضات بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو ان کی دانست میں سب سے قوی ہوں پھر آپ اگر ان کا مسکت جواب دینے سے قاصر رہے تو فی اعتراض پچاس روپیہ بطور جرمانہ ادا کریں گے لیکن اگر فریق مخالف کے اعتراضات لغو ثابت ہوئے تو اسے بلاتوقف مسلمان ہونا پڑے گا۔

اس کتاب کے بنیادی مضامین میں آریہ عقائد کی تردید کے ضمن میں تناسخ، روح کی پیدائش اور خواص وغیرہ،

شامل ہے نیز نجات اور معجزات اور قرآن کریم کی فضیلت وبرکات اور نبی اکرم ﷺ کا اعلیٰ وارفع مقام اور اسلام کی صداقت شامل ہے۔

قرآن کریم کی برتری وفضیلت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

''معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں۔ (1) معجزات عقلیہ (2) معجزات علمیہ (3) معجزات برکات روحانیہ (4) معجزات تصرفات خارجیہ۔ نمبر اول، دو و تین کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن شریف میں سے ہیں اور نہایت عالی شان اور بدیہی الثبوت ہیں جن کو ہر یک زمانہ میں ہر یک شخص تازہ بتازہ طور پر چشم دید ماجرا کی طرح دریافت کر سکتا ہے لیکن نمبر چار کے معجزات یعنے تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جن کو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے۔ اصل خوبی اور حسن و جمال قرآن شریف کا پہلے تینوں قسم کے معجزات سے وابستہ ہے بلکہ ہر ایک کلام الٰہی کا یہی نشان اعظم ہے کہ یہ تینوں قسم کے معجزات کسی قدر اس میں پائے جائیں اور قرآن شریف میں تو یہ ہر سہ قسم کے اعجاز اعلیٰ واکمل واتم طور پر پائے جاتے ہیں اور انہیں کو قرآنِ شریف اپنی بے مثل ومانند ہونے کے اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے۔ ۔ ۔'' (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 60 حاشیہ)

تصرفات خارجیہ کا بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ سوانح کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

''لیکن بایں ہمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن شریف میں بکثرت درج ہیں اور اس قسم کے معجزات جمالِ قرآنی کے لئے بطور اس زیور کے ہیں جو خوبوں کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس خوبصورتی زیور کے محتاج نہیں گو اس سے حسن کی آب و تاب کسی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔ اس جگہ واضح رہے کہ تصرفات خارجیہ کے معجزات قرآن شریف میں کئی نوع پر مندرج ہیں۔ ایک نوع تو یہی کہ جو دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدائے تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو[2] ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدائے تعالیٰ نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیس کر کھایا۔

تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا۔ یعنے کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس پاک نبی کو اس بد ارادہ کی خبر دے دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر بفتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی۔ بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا۔ اس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا۔ جانبازی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے مونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔

کس بہر کسے سر ندھد جان نفشاند عشق است کہ ایں کار بصد صدق

مفہوماً ترجمہ: کوئی کسی کے لئے سر نہیں دیتا نہ جان قربان کرتا ہے عشق ہی ہے کہ یہ کام پوری وفاداری سے کراتا ہے۔

سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس وفادار اور جان نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد ان نالائق بدباطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پا کر قتل کر ڈالیں اس وقت اور اس مصیبت کے سفر میں بجز ایک بااخلاص اور یکرنگ اور دلی دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ تھا۔ ہاں ہر وقت اور نیز اس پر خطر سفر میں وہ مولیٰ کریم ساتھ تھا جس نے اپنے اس کامل وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا تھا سو اس نے اپنے اس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اس راہ میں دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں درج ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔

سو خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ سورۂ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دیئے اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکا میں پڑ کر ناکام واپس چلے گئے۔

ازانجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکڑنے کے لئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا

جاتا تھا جب وہ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بد دعا سے اس کے گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ کر اور عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا۔

چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمنوں نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر چڑھائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے آدمی تھے نابود کر دیں اور دینِ اسلام کا نام ونشان مٹا دیں تب اللہ جل شانہٗ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر میں دشمنوں میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور ان کے لشکر کے شکست فاش ہوئی اور خدائے تعالیٰ نے ان چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ اور اندھا اور پریشان کرکے وہیں رکھا اور ان کی لاشیں انہیں مقامات میں گرائیں جن کے پہلے ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ نشان بتلا رکھے تھے۔

ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات وتصرفات الٰہیہ کا (جو خارق عادت ہیں) قرآن شریف میں ذکر ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کرکے پھر ایک نہایت قلیل عرصہ میں جو تیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتح یاب کیا اور شہنشاہِ قسطنطنیہ وبادشاہان دیار شام ومصر وممالک مابین دجلہ وفرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نما عرب سے لے کر دریائے جیحون تک پھیلایا اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی اس حالتِ بے سامانی اور پھر ایسی عجیب وغریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے اس کی نظیر صفحۂ تواریخ دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ63 تا67 حاشیہ)

وحی الٰہی اور آنحضرت ﷺ کے ارفع واعلیٰ وجود باجود کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکل ووفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلیٰ واصفا تھے اس لئے خدائے جل شانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین وآخرین کے سینہ

ودل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 71، 72 حاشیہ)

قرآنی برکات اور ان کے مورد ہونے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہی ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔“ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 79 حاشیہ)

آنحضور ﷺ کا تمام انبیاء سے افضلیت کا مفہوم سرمہ چشم آریہ میں ان شاندار الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل

وارفع واجلیٰ واصفاتھے اس لئے خدائے جل شانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیااوروہ سینہ اور دل جو تمام اولین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تروپاک ترو معصوم ترو روشن تر تھاوہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین وآخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہورہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے برہان عقلی پیش نہیں کرسکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیاہے۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 72،71 حاشیہ)

سرمہ چشم آریہ میں ہی آنحضرت ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو درجات رفیعہ سے نوازا گیا۔ قرآن کریم اس بات کا گواہ ہے۔ آنحضور ﷺ قرب الٰہی کے تینوں مراتب میں سے سب سے اعلیٰ مرتبہ جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے پر فائز تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنے جیسا خدا ابھی نہیں بناتا کیونکہ اس کی صفت احدیت اور بے مثل اور مانند ہونے کی جو ازلی ابدی طور پر اس میں پائی جاتی ہے اس طرف توجہ کرنے سے اُس کو روکتی ہے...ہاں اِس طرح پر وہ اپنی ذات بے مثل ومانند کا نمونہ پیدا کرتا ہے کہ اپنی ذاتی خوبیاں جن پر اس کا علم محیط ہے عکسی طور پر بعض اپنی مخلوقات میں رکھ دیتا ہے۔ اور کمالات کا انتہائی درجہ جو حقیقی طور پر اس کو حاصل ہے ظلّی طور پر اس مخلوق کو بھی بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اِسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ بھی ہے وَ رَفَعَ بَعۡضَہُمۡ دَرَجٰتٍ۔(البقرہ:254) **اس جگہ صاحب درجاتِ رفیعہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جن کو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالاتِ الوہیت کے اظلال و آثار ہیں بخشے گئے** اور وہ خلافت حقّہ جس کے وجود کامل کے تحقق کے لئے سِلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کل کائنات کا ہوا ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باوجود سے اپنے مرتبہ اتم واکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینہ خدا نما ہوئے۔

یہ بحث معارف الٰہیہ میں سے نہایت باریک بحث ہے اور ہمارے مخالفین جو ان نازک نکاتِ عرفانی سے بیگانہ اور اس کوچہ اسرار الوہیت سے ناآشنا محض ہیں وہ تعجب کرینگے کہ کیونکر کروڑہا اور بے شمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص کو مرتبہ کاملہ خلافتِ تامہ حقّہ کا جو ظل مرتبہ الوہیت ہے حاصل ہو سکتا ہے۔ سو اگرچہ اس بحث کے طول دینے کا یہ موقع نہیں ہے لیکن تاہم اس قدر بیان کر دینا طالب حق کے سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ عادت اللہ یا تم یوں ہی سمجھ لو کہ اس کا قانون قدرت جو اس کی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعالِ خالقیت میں رعایت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہے اگر ہم اس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں تو اس ساری مخلوقات کو جو اس دستِ قدرت سے صادر ہوئی ہے ایک ایسے سِلسلہ وحدانی اور باترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم ممتد محدود ہے جس کی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے... طرف ارتفاع کے اخیر نقطہ پر اس استعداد کا انسان ہو گا جو اپنی استعداد انسانی میں سب نوع انسان سے بڑھ کر ہے۔ اور طرف انخفاض میں وہ ناقص الاستعداد روح ہو گی جو اپنے غایت درجہ کے نقصان کی وجہ سے حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے۔ اور اگر سِلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں تو اس قاعدہ کو اَور بھی اس سے تائید پہنچتی ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے جو ایک ذرّہ ہے لیکر ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے اور بلاشبہ خدائے تعالیٰ نے اِس جمادی سِلسلہ میں آفتاب کو ایک ایسا عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف ارتفاع میں اس کے برابر کوئی دوسرا ایسا وجود نہیں ہے۔

سو اس سِلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈال کر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے روحانی سِلسلہ جو اُسی ہاتھ سے نکلا ہے اور اسی عادت اللہ سے ظہور پذیر ہوا ہے خود بلا تامل سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بھی بلا تفاوت اِسی طرح واقعہ ہے۔ اور یہی ارتفاع اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کے کام یک رنگ اور یکساں ہیں اس لئے کہ وہ واحد ہے اور اپنے اصدار افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ پریشانی اور اختلاف اس کے کاموں میں راہ نہیں پا سکتا۔ اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزوں طریق معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک سلک میں منسلک ہوں۔

اب جب کہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بہ بداہت دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے اِس قانون قدرت کو مان لیا کہ

اس کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں جن میں یونہی گڑبڑ پڑا ہو بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سِلسلہ میں بندھے ہوئے ہیں جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے اور یہی طریق وحدت اُسے محبوب بھی ہے تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدائے تعالیٰ نے جمادی سِلسلہ میں ایک ذرّہ سے لے کر اس وجودِ اعظم تک یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے جو ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی جسم جمادی نہیں۔ ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ہو گا جس کا وجود خطِ مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقع ہو۔

اب تفتیش اس بات کی کہ وہ انسان کامل جس کو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے وہ کون ہے اور اُس کا کیا نام ہے؟ یہ ایسا کام نہیں ہے جس کا تصفیہ مجرّد عقل سے ہو سکے کیونکہ بجز خدائے تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو حاصل ہے اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کروڑہا اور بے شمار بندوں کو نظر کے سامنے رکھ کر اور اُن کی روحانی طاقتوں اور قوتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلاوے۔ بلا شبہ عقلی طور پر کسی کو اس جگہ دم مارنے کی جگہ نہیں۔ ہاں ایسے بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہیں جن میں خود خدائے تعالیٰ نے پیش از ظہور بلکہ ہزارہا برس پہلے اس انسان کامل کا پتہ ونشان بیان کر دیا ہے۔ پس جس شخص کے دل کو خدائے تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدایت دے گا کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے اور ان پیشگوئیوں پر غور کرے کہ بائیبل میں درج ہیں تو اُسے ضرور ماننا پڑے گا کہ **وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطۂ ارتفاع کا پورا ہوا ہے اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔۔۔ اور وجود خیرِ مجسّم جس کا نفسی نقطہ انتہائی درجہ کمال ارتفاع پر واقع ہے یعنی حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم**۔ اس کا مقام معراج خارجی جو منتہائے مقام عروج (یعنی عرش ربّ العالمین ہے) بتلایا گیا ہے۔

یہ درحقیقت اِسی انتہائی درجہ کمال ارتفاع کی طرف اشارہ ہے جو اس وجود باجود کو حاصل ہے۔ گویا جو کچھ اس وجود خیرِ مجسّم کو عالم قضاء وقدر میں حاصل تھا وہ عالم مثال میں مشہود ومحسوس طور پر دکھایا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم کی شانِ رفیع کے بارہ میں فرماتا ہے وَ رَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ۔ (البقرہ:254) **پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ وجود باوجود جو خیرِ مجسّم ہے مقربین کے تین قسموں سے اعلیٰ واکمل ہے جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے۔**

جاننا چاہئے کہ قربِ الٰہی کی تین قسمیں تین قسم کی تشبیہ پر موقوف ہیں جن کی تفصیل سے مراتبِ ثلاثہ قرب کی

حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اوّل قسم قرب کی خادم اور مخدوم کے تشبہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔(البقرہ:166)یعنی مومن جن کو دوسرے لفظوں میں بندۂ فرمانبردار کہہ سکتے ہیں سب چیزوں سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جیسے ایک نوکر بااخلاص و باصفا باوفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعاماتِ متکاثرہ و کمالاتِ ذاتیہ اپنے آقا کی اِسقدر محبّت و اخلاص و یک رنگی میں ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت کے جو اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق ہو جاتا ہے اور اُس کی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہے۔ اِسی طرح بندہ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے۔ یعنی وہ بھی اپنے خلوص اور صدق و صفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلّی محو و فنا ہو کر اپنے مولا کریم کے رنگ میں مل جاتا ہے...

قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کی تشبہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔(البقرہ:201) یعنی اپنے اللہ جلّشانہ کو ایسے دلی جوش محبت سے یاد کرو جیسا باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مخدوم اُس وقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ شدّت واقع ہو جاتی ہے۔ اور حُبّ جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفا ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑ میں اس طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اُس کی جز ہے۔ تب جس قدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے اور ایسا طبیعت سے ہم رنگ اور اس کی جز ہو جاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہر گز یاد نہیں رہتا۔ اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصوّر کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اس کو بھی ہر وقت باطنی طور پر اس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ اور جیسے بیٹا اپنے باپ کا حلیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اس کی رفتار اور کردار اور خو اور بو بصفائی تمام اس میں پائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہی حال اس میں ہوتا ہے...

تیسری قسم کا قرب ایک ہی شخص کی صورت اور اس کے عکس سے مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اس کی معہ اپنے تمام نقوش کے جو اس میں موجود ہیں عکسی طور پر اس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اس قسم ثالث قرب میں تمام صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود میں بہ تمامتر صفائی منعکس ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انعکاس ہر یک قسم کی تشبہ سے جو پہلے اس سے بیان کیا گیا ہے اتم و اکمل ہے کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف میں اپنا مونہہ دیکھ کر اس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے۔ وہ مطابقت اور مشابہت اسکی

شکل سے نہ کسی غیر کو کسی حیلہ یا تکلّف سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہو بہو مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ مرتبہ کس کے لئے میسر ہے اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اُسی کو میسر آتا ہے کہ جو الوہیت وعبودیت کے دونوں قوسوں کے بیچ میں کامل طور پر ہو کر دونوں قوسوں سے ایسا شدید تعلّق پکڑتا ہے کہ گویا ان دونوں کا عین ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو بکلّی درمیان سے اٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کرلیتا ہے اور وہ آئینہ ذو جہتین ہونے کی وجہ سے ایک جہت سے صورتِ الٰہیہ بطور ظلّی حاصل کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد وطبائع مختلفہ اپنے مقابلین کو پہنچاتا ہے۔اِسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ۹ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔(النجم:10،9) پھر نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ سے) پھر نیچے کی طرف اُترا (یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا) پس اسی جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کرکے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کی طرف اُس نے نزول کیا اور اس میں اور خلق میں کوئی حجاب نہ رہا۔یعنی چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم واکمل ہوا اور کمالات انتہائیہ تک پہنچ گیا اس لئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنی وتر کی جگہ میں جو قطر دائرہ ہے اتم واکمل طور پر اس کا مقام ہوا بلکہ وہ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کی طرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال وگمان وقیاس میں نہیں آسکتا نزدیک ہوا۔مثلاً صورت ان دو قوسوں کی یہ ہے:

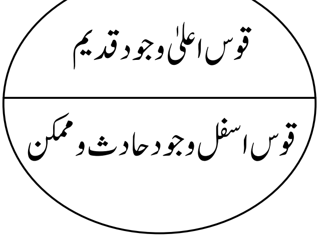

اِس شکل میں جو خطِ مرکز دائرہ کو قطع کرتا ہے یعنی جو قطر دائرہ ہے وہی قاب قوسین یعنی دونوں قوسوں کا وتر ہے۔

جاننا چاہئے کہ دونوں قسم وجود واجب اور ممکن کے ایک ایسے دائرہ کی طرح ہیں کہ جو خط گذرندہ بر مرکز سے دو قوسوں پر منقسم ہو۔وہی خط جو قطر دائرہ ہے جس کو قرآن شریف میں قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے اور عام بول چال علم ہندسہ میں اس کو وتر قوسین کہتے ہیں وہ ذات مفیض اور مستفیض میں بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے اخص کمال میں جو انتہائی درجہ کمالات کا ہے نقطہ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے مشابہت رکھتا ہے۔یہی نقطہ تمام کمالات انسان کامل کا دل ہے جو قوس الوہیت وعبودیت کی طرف بخطوط مساویہ نسبت رکھتا ہے۔اور یہی نقطہ ارفع نقاط ان خطوط عمودیہ کا ہے جو محیط

سے قطر دائرہ تک کھینچے جائیں۔ اگرچہ وتر قوسین اور بہت سے ایسے نقاط سے تالیف یافتہ ہیں جو در حقیقت کمالات روحانیہ صاحب وتر کے صور محسوسہ ہیں لیکن بجز ایک نقطہ مرکز کے اور جس قدر نقاط وتر ہیں ان میں دوسرے انبیاء ورسل وارباب صدق وصفا بھی شریک ہیں اور نقطہ مرکز اس کمال کی صورت ہے کہ جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ وارفع واخص وممتاز طور پر حاصل ہے جس میں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں ہاں اتباع و پیروی سے ظلی طور پر شریک ہوسکتا ہے۔

اب جاننا چاہئے کہ دراصل اسی نقطہ وسطی کا نام حقیقتِ محمدیہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع واصل ہے۔

اور در حقیقت اسی ایک نقطہ سے خط وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے۔ اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویّت ساریہ ہے جس کا فیض اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہوگیا ہے عالم جس کو متصوّفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا اوّل واعلیٰ مظہر جس سے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے یہی نقطہ درمیانی ہے جس کو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسماء الٰہیہ کی طرف نسبت واقعہ ہے۔ غرض سرچشمہ رموزِ غیبی ومفتاح کنوزِ لارَیبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء ومعاد کی علّتِ غائی اور ہریک زیر وبالا کی پیدائش کی لمیت یہی ہے جس کے تصوّر بالکنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول وافہام بشریّہ عاجز ہیں۔ اور جس طرح ہریک حیات خدائے تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہریک وجود اس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہریک تعین اس کے تعین سے خلعت پوش ہے۔ ایسا ہی نقطہ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان میں باذنہٖ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ وطبائع متفاوتہ مؤثر ہے۔ اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیہ کا ظلّی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ کا منبع اور اصلی طور پر جامع بلکہ انہیں دونوں کا مجموعہ ہے اس لئے یہ ہریک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلّیہ و جزئیہ ومراتب طبیعہ الیٰ آخر تنزلات وجود سے مراد ہے اجمالی طور پر احاطہ رکھتا ہے۔ ایسا ہی ظلِّ الوہیت ہونے کی وجہ سے مرتبہ الٰہیہ سے اس کو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل سے ہوتی ہے۔ اور امہات صفاتِ الٰہیہ یعنی حیوٰۃ علم ارادہ قدرت سمع بصر کلام مع اپنے جمیع فروع کے اتم واکمل طور پر اس میں انعکاس پذیر ہیں۔ اس نقطہ مرکز کو جو برزخ بین اللہ وبین الخلق ہے یعنی نفسی نقطہ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجرّد کلمتہ اللہ کے مفہوم تک محدود نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ مسیح کو اس نام سے محدود کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نقطہ محمدیہ ظلّی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے۔

اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت مسیح کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بباعث اس نقصان کے جو ان میں باقی رہ گیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیت نہیں بلکہ اس کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔ برخلاف حقیقت محمدیہ کے کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم واکمل مظہر ہے جس کا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ سو اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں ظلی طور پر خدائے قادر وذوالجلال سے آنحضرتؐ کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کے لئے بجائے آبؔ ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پر ناقص ہونا اور قرآنی تعلیم کا سب الہامی تعلیموں سے اکمل واتم ہونا وہ بھی در حقیقت اسی بنا پر ہے۔ کیونکہ ناقص پر ناقص فیضان ہوتا ہے اور اکمل پر اکمل۔

اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلی طور پر خداوند قادر و مطلق سے دی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہی آیت ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔(النجم:9،10) یعنی وہ (حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اُس سے نزدیک تر۔ اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس الوہیت ہے۔ سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنی شدّت قرب اور نہایت درجہ صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اس ناپید اکنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرہ بشریت گم ہو گیا۔ اور یہ بڑھنا نہ مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلّی اور مستعار طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اس کو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اس کو ٹھہراویں۔

پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جس میں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔(الفتح:11) یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کیا کرتے تھے اور مردوں کے لئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو اپنی ذاتِ اقدس ہی قرار دے دیا اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے۔ جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دوطرفہ پر موقوف ہے۔

اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔(الانفال:18) تُو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جب کہ تو نے چلایا۔ ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ

الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِھِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا۔(الزمر:54) یعنی ان کو کہدے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنی ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو۔ وہ تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔ اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے تو نہیں ہیں۔ بلکہ سب نبی و غیر نبی خدائے تعالیٰ کے بندے ہیں۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے مولیٰ کریم سے قرب اتم یعنی تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا۔ سو یہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جس کی تفاصیل کتب تصوف میں موجود ہے۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رکھ دیئے ہیں جو خاص اُس کی صفتیں ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ مگر ظلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں۔ ان ناموں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔

چنانچہ قرآن شریف میں اِس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے۔ وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَھَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقًا۔(بنی اسرائیل: 82) کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جلّ شانہ اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں۔ سو دیکھو اپنے نام میں خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر شامل کر لیا اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوا۔ ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان مع اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا۔ اور اس کی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہو گئیں۔ اور اس کے گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی۔

اس جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصّل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیّت شان ختم الرسل پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمتہ

اللہ جس قدر نبی ورسول گذرے ہیں وہ سب کے سب عظمت وجلالیّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت میں یہ بات کہہ کر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُن پر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں۔ اور وہی توریت ہم کو یہ بتلاتی ہے کہ فاران مکّہ معظمہ کا پہاڑ ہے۔ جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام جدّ امجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت پذیر ہوئے اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایہ ثبوت پہنچتی ہے اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ مکّہ معظمہ میں سے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی رسول نہیں اُٹھا۔ سو دیکھو حضرت موسیٰ سے کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہو گا اُس کی شعاعیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سِلسلہ ترقیات نور صداقت اُس کی ذات جامع بابرکت پر ختم ہے۔۔۔

اِس تمام تقریر کا مدعا وخلاصہ یہ ہے کہ عندالعقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیّدنا ومولانا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مسلّم ہے جس کی شعاعیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں۔ اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں۔ وللہ در القائل

محمّد عربی بادشاہ ہر دوسرا کرے ہے رُوح قدس جس کے در کی دربانی

اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں کہ اس کے مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کر لیا۔ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و مولینا محمّد وّاٰلہ و اصحابہ اجمعین۔ الحمد للہ الذی ھدیٰ قلبنا لحبّہ ولحب رسولہ وجمیع عبادہ المقربین

تا بر دلم نظر شد از مہر و ماہ مارا کردست سیم خالص قلب سیاہ مارا

لطف عمیم دلبر ہر دم مرا بخواند ہر چند می زنند ایں اعیار راہ مارا

در کوئے دلستانم چوں خاک کو شب روز دیگر نشان چہ باشد اقبال وجاہِ مارا''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 232 تا 301 حاشیہ)

جب میرے دل پر میرے چاند نے محبت کی نظر ڈالی تو میرے سیاہ دل کو خالص چاندی بنا دیا۔

دلبر کی عالمگیر مہربانیاں مجھے بلا رہی ہیں، ہر چند کہ یہ غیر لوگ ہمارے راستہ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

میں تو دن رات اپنے محبوب کے کوچہ میں خاک کی طرح پڑا رہتا ہوں، اس سے بڑھ کر ہمارے عزت و اقبال کی اور کیا علامت ہے۔(در ثمین فارسی صفحہ 151 مترجمہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ)

حق و باطل کے فیصلہ کی ایک آسان صورت اور دعوت مباہلہ:

سرمہ چشم آریہ میں آپؑ نے ہندو مخاطب فریق کو دعوت مباہلہ دی۔ اور یہ حضور علیہ السلام کا پہلا مباہلہ کا اعلان یا چیلنج تھا جو آپؑ نے کسی بھی فریق مخالف کو دیا۔

حضرت اقدسؑ نے اتمام حجت کی غرض سے آریہ سماج کے مشہور اور نامور ممبروں بالخصوص لالہ مرلی دھر، لالہ جیون داس اور منشی اندر من مراد آبادی کو دعوت مباہلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ فیصلہ آسمانی کے انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی۔ پھر اگر ایک برس گزرنے کے بعد مجھ پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا یا حریف مقابل پر نازل نہ ہوا تو ان دونوں صورتوں میں پانچ سو روپیہ تاوان ادا کریں گے اس دعوت کے ساتھ ہی حضور نے اپنی طرف سے بطور نمونہ مباہلہ کی دعا بھی شائع فرمادی۔(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 302 تا 308)

خیال تھا کہ اس فیصلہ کن طریق سے گریز نہیں کیا جائے گا۔ مگر افسوس آریہ سماج نے گذشتہ روایات کے مطابق اس دعوت مباہلہ پر بھی سکوت ہی اختیار کیا۔ البتہ پنڈت لیکھرام نے 1888ء میں سُرمہ چشم آریہ کے جواب میں ایک کتاب نسخہ "خبط احمدیہ" تحریر کی۔ 83 بڑے سائز کے صفحات کی یہ کتاب کلیات آریہ مسافر (لیکھرام کی 33 کتب کا مجموعہ) کے صفحات 502 تا 585 پر موجود ہے۔ اس میں دعائے مباہلہ کا کرتے ہوئے لیکھرام صاحب نے لکھا۔

> "اے پر میشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔"

(نسخہ خبط احمدیہ بحوالہ کلیات آریہ مسافر ص 585)

اور اللہ تعالیٰ نے 6 مارچ 1897ء کو وہ فیصلہ کر دکھایا جو لیکھرام نے اپنے منہ سے مانگا تھا جس سے آریہ سماج کے بطلان اور اسلام کی سچائی پر ابدی مہر لگ گئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 302)

❁❁❁❁❁

ہستی باری تعالیٰ کی ایک دلیل

دنیا بھر میں تصور خدا

(ابو صریر)

دہریت کے حامی مفکرین کا یہ ایک مشہور نظریہ ہے کہ خدائی تصور دراصل انسانی نفسیات کے خوف ورجاء کا نتیجہ ہے— کبھی یہ خوف کی پیداوار نظر آتا ہے، کبھی امید کی پیداوار، اور کبھی نامعلوم قوتوں کو سمجھنے کی انسانی خواہش کا عکس۔ ان مفکرین کے مطابق، ابتدائی انسانوں نے مختلف قدرتی مظاہر سے خائف ہو کر مختلف دیوی دیوتاؤں کا تصور گھڑا، جو وقت کے ساتھ ترقی کرتا ہوا ایک واحد، قادرِ مطلق خدا کے تصور میں ڈھل گیا لیکن جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو ان کا یہ نظریہ حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا۔[1]

دنیا کی مختلف تہذیبوں اور قوموں کا مطالعہ کیا جائے تو ایک حیران کن بات یہ سامنے آتی ہے کہ تمام انسانی گروہوں میں، خواہ وہ جدید دنیا سے کٹے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں یا خواہ وہ عالمی تہذیب کے ترقی یافتہ معاشروں کا حصہ ہوں، ایک عظیم، قادرِ مطلق ہستی کا تصور کسی نہ کسی صورت ضرور موجود ہے۔ **اگر خدا کا تصور محض ایک نفسیاتی فریب یا ثقافتی**

---

[1]No topic is more usual with all popular divines than to display the advantages of affliction, in bringing men to a due sense of religion; by subduing their confidence and sensuality, which, in times of prosperity, make them forgetful of a divine providence. (Hume, The Natural History of Religion, Section III)
The foundation of irreligious criticism is: *Man makes religion*, religion does not make man. Religion is, indeed, the self-consciousness and self-esteem of man who has either not yet won through to himself, or has already lost himself again. (Karl marx,Critique of Hegel's Philosophy of Right)

سراب ہوتا، تو ہر قوم، ہر مکتبہ فکر کے لئے اس خوف ورجاء کا نتیجہ اپنے علم، حالات وغیرہ کے مطابق بالکل مختلف ہوتا۔ لیکن آسٹریلیا کے قدیم Aborginal باشندے ہوں، مایہ تہذیب کے لوگ، ریڈ انڈین قبائل، یا افریقہ کے دور افتادہ قبیلے سب کے ہاں ایک برتر، سب کچھ جاننے والی اور تمام طاقتوں کی مالک ہستی کا عقیدہ موجود رہا ہے۔ یہ عالمی سطح پر یکساں اعتقاد اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کا تصور صرف خوف یا امید کی پیداوار نہیں، بلکہ یہ انسان کی فطرت میں پیوست ایک اندرونی صداقت ہے جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر ہر دل میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ قرآن مجید اس حقیقت کو اس طرح بیان فرماتا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔(الروم: 31)

اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ توحید کوئی خارج سے سکھائی گئی بات نہیں، بلکہ انسان کی جبلّت میں ازل سے شامل ہے۔ اسی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ۔ ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب القدر، حدیث نمبر 1358)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"انسان تعبّدِ ابدی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اور طبعی طور پر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت موجود ہے۔ پس اسی وجہ سے اسکی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے۔"(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 200)

چنانچہ فطرتی رجحان کی یہی شہادت جو ہر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب انسان کسی شدید اضطراب، خوف یا بے بسی کا شکار ہوتا ہے۔ تب لاشعوری طور پر وہ کسی برتر ہستی کی طرف جھکتا ہے، جو اس کے باطن میں ودیعت شدہ خدا کی معرفت اور موجودگی کا اظہار ہے۔

چونکہ فرد کی فطرت قوم کی اجتماعی روح کا آئینہ دار ہوتی ہے، اس لیے جب ہر قوم کے باطن میں خدا کا تصور موجود پایا گیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی فطرت خود بخود خدا کی طرف جھکنے والی ہے۔ اور یہی فطری جھکاؤ، قوموں کی مذہبی تاریخ میں تسلسل کے ساتھ نمایاں ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں ایسے لوگ بھی بھیجے جنہوں نے انسان کی فطرت کو اس کے اصل رنگ میں نکھارا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ:

"جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے ان کے مناسب حال ان کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضاب کیا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے: وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ۔(الفاطر: 25) کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا... خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے یہ اس لئے ہوا ہے کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے۔" (پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23، صفحہ 442)

جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ دنیا کی تمام بڑی تہذیبوں خواہ وہ مصر ہو یا چین، بابل ہو یا ویدک بھارت سب میں ایک برتر، خالق ہستی کا تصور موجود رہا ہے۔ مثال کے طور پر اخناتون نے مصری دیوتاؤں کی جگہ "آتون" واحد خدا کی عبادت شروع کی[1]؛ چین میں "شانگ دی" کو آسمانی حکم کا مالک مانا گیا[2]؛ ویدوں میں "ایکم ست وپرا ابہودھا وند نتی" (حق ایک ہی ہے، دانا لوگ اُسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں) جیسی عبارتیں توحید کا اعلان کرتی ہیں۔[3]

یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ انسانی تہذیب کی ابتدا توحید سے ہوئی اور وقت کے ساتھ شرک ایک انحراف کی صورت میں داخل ہوا۔ یہ حقیقت قرآن نے بھی بیان کی:

وَلَقَدۡ فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ۔(النحل: 37)

اور یقیناً ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے اجتناب کرو۔

اگر شرک انسانی فطرت کا ارتقائی مظہر ہوتا، تو ہر قوم کے نبی صرف توحید کی دعوت نہ دیتے؛ بلکہ کہیں نہ کہیں شرک کی تائید بھی ہوتی۔ مگر تمام انبیاء کا متفقہ پیغام توحید ہی کی شہادت ہے۔

عقل کہتی ہے کہ ہر معلول کی کوئی علت ہے، اور ہر نظم کسی ناظم پر دلالت کرتا ہے۔ اگر انسان کے دل میں خالق

---

[1]It is clear that Ikhnaton was projecting a world religion, and endeavoring to displace by it the nationalism which had preceded it for twenty centuries.
(Breasted, James Henry. The Dawn of Conscience. Charles Scribner’s Sons, 1933, p. 290–291

2The Chinese original religion, though monotheistic, was not henotheistic. The Chinese believed in and worshipped a plurality of inferior deities of various grades subordinate to the Supreme God. As will be explained hereafter, they worshipped these as the servants of God, without the least sense of incongruity.
(Ross, John. The Original Religion of China. Edinburgh: T. & T. Clark, 1909, p. 21

[3]رگ وید میں بیان ہے Ekam sat vipra bahudha vadanti : حق (حقیقت) ایک ہی ہے، عقلمند اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔
(Ṛgveda Saṃhitā, Maṇḍala 1, Sūkta 164, Verse 46.)

کا تصور موجود ہے، تو لازم ہے کہ اس کے پیچھے کوئی حقیقت بھی ہو، ورنہ اتنے وسیع پیمانے پر ایک باطل تصور کی پیدائش خود عقل کی نفی ہے۔

آج کے سائنسی اور اعداد و شمار کے دور میں بھی، انسان مذہب اور خدا کے تصور سے الگ نہیں ہو سکا۔ Pew Research Center کی حالیہ رپورٹ (2025) کے مطابق،

Collectively, 75.8% of the world's people identified with a religion as of 2020.

دنیا کی 75.8% سے زائد آبادی کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہے، اور ان میں سے تقریباً تمام خدا یا ماورائی ہستی پر ایمان رکھتی ہے۔[1]

غرض فطرتِ انسانی، اقوامِ عالم کی تاریخ، اور عقلِ سلیم — تینوں اس بات پر شاہد ہیں کہ خدا کا تصور انسان کا ازلی ورثہ ہے۔ شرک ایک حادثاتی انحراف ہے، جبکہ توحید ایک فطری و الہامی حقیقت ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جو قرآن مجید نے پوری قطعیت کے ساتھ بیان فرمایا، اور یہی وہ نور ہے جو ہر زمانے میں وحی کے ذریعہ انسان کو یاد دلایا گیا۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ۔ (الاعراف: 173)

اور (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی صُلب سے ان کی نسلوں (کے مادۂ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نُفوس پر گواہ بنادیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔

اگر دہریہ فکر یہ کہتی ہے کہ خدا کا تصور فرضی ہے، تو انہیں اس سوال کا جواب دینا ہوگا کہ آخر وہ کون سا اجتماعی وہم ہے جو ہزاروں برس تک تمام انسانوں کو فریب میں مبتلا رکھے، اور آج بھی نوعِ انسانی کی اکثریت اسی پر ایمان رکھتی ہو؟

❁❁❁❁❁

[1] https://www.pewresearch.org/religion/2025/06/09/how-the-global-religious-landscape-changed-from-2010-to-2020/

ردّ دہریت

قسط چہارم:

زمین پر زندگی کی ابتداء اور خدا کا "ہاتھ"

(وسیمہ اُپل صاحبہ (آسٹریلیا) بنت پروفیسر چوہدری رحمت علی مسلم صاحب (مرحوم))

کرۂ زمین پر زندگی کا موجود ہونا خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک ایسا ناقابل تردید ثبوت ہے جو ہر غور اور فکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کی طرف لے جاسکتا ہے۔ بدقسمتی سے دہریت کے حامی اس نہایت خوبصورت دلیل ہستی باری تعالیٰ کو ایک اندھے ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ایک ایسا اتفاق ہے جو کائنات کی بے ترتیبی اور اندھا دھند پھیلاؤ کے نتیجہ میں ظہور میں آیا۔ زیر نظر مضمون ایسی ہی سوچ کا ایک محققانہ جواب ہے جس میں بالتفصیل اس نظریہ کی نفی کی گئی ہے۔ گزشتہ اقساط میں ہم نے دیکھا تھا کہ کیسے خوبصورت اور منظم طریق سے ہماری زمین پر زندگی کا آغاز کرنے کے لئے کائنات میں تیاریاں ہوئیں۔ پھر کس طرح سمندر میں اور خشکی میں زندگی کا آغاز ہونا شروع ہوا۔ اور کیسے پھر RNA کا وجود بنا جو دراصل DNA کی بنیاد تھا۔ اس قسط میں ہم اس حصّہ کی کچھ مزید تفصیل ملاحظہ کریں گے۔

DNA (Deoxyribo nucleic acid) سب سے بڑا عجوبہ

ہم سب جانتے ہیں کہ ہر جاندار میں یہ خاصیت ہے کہ اس کی نسل (اولاد) والدین (parents) سے مشابہت

(resemblance) رکھتی ہے۔ اس کی وجہ قدرت کی طرف سے عطا کردہ وہ معجزہ ہے جو ایک chemical کی شکل میں ہوتا ہے اور جسے ہم DNA کہتے ہیں۔ DNA ہر cell کے آغاز میں ہی بنا کر اس میں رکھ دیا گیا ہے۔ اسی پر لکھی ہوئی وہ "تحریر" ہوتی ہے جو اگلی نسل میں منتقل ہو کر اس کے خدو خال بناتی ہے۔ یہ chemical اپنے اندر ایک بڑی ہی منفرد خاصیت رکھتا ہے یعنی یہ کہ جیسا وہ خود ہے عین اسی طرح کی copy بنا لیتا ہے (it replicates) اور پھر خود بخود تقسیم ہو کر اپنی تحریر (information) کو آگے پہنچا دیتا۔ DNA کی یہ "معلومات" (hereditary information) کیمسٹری کی زبان میں لکھی ہوئی (encoded) ہوتی ہے۔ یہ ان ہی codex کی وجہ ہے کہ والدین سے اولاد میں یہ معلومات منتقل ہو جاتی ہے اور ان کا structure یعنی ساخت اور کام یہاں تک کے عادات اور اخلاق کا بھی والدین سے direct تعلق ہوتا ہے۔ یا یوں کہیں کہ ان کی سمت متعین ہوتی ہے اسی لئے بچہ والدین سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اس نے ان سے DNA کو inherit کیا ہوتا ہے۔

DNA کو دو مشہور سائنس دان James Watson اور Francis Grick نے 1953ء میں discover کیا یعنی اس کی کیمسٹری بتائی۔ اصل میں یہ کام پہلے ہی Rosalind Franklin کر چکی تھی۔

بہر حال ہم DNA کی ساخت کی بات کرتے ہیں DNA جن molecules سے مل کر بنا ہے وہ nucleotides ہیں۔

ایک nucleotide میں ایک pentose sugar ہے (S) ایک فاسفورس کا compound (P) اور ایک نائٹروجن والی base (B)۔ Bases چار قسم کی ہیں A,T,C,G اس لئے nucleotides بھی چار ہی قسم کے ہوئے۔

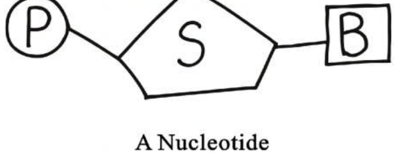

A Nucleotide

Three parts of a Nucleotide

P= phosphate

S= 5 C five – carbon sugar (deoxyribose)

B=nitrogen Base (A,T,C,G)

DNA ایک polynucleotide ہے یعنی بہت سے nucleotides کے جڑنے سے بنا ہے جس طرح protein بہت سے amino acids کے جڑنے سے بنتی ہے لیکن DNA اس سے بہت مختلف اور منفرد ہے۔ اس کے دو strands ہیں

جو آپس میں helically coiled ہیں اور double helix بناتے ہیں اس کے ہر turn کے درمیان فاصلہ ایک ہی ہے (3.4nm) اور دونوں strands کے درمیان بھی ایک مستقل فاصلہ ہے یعنی 2.nm۔ دونوں میں سے ہر strand کی ایک turn کے بعد دوسری turn میں 10 nucleotide ہیں یعنی ایک nucleotide اور دوسرے کے درمیان فاصلہ (0.34nm) بھی مستقل (constant) ہے۔

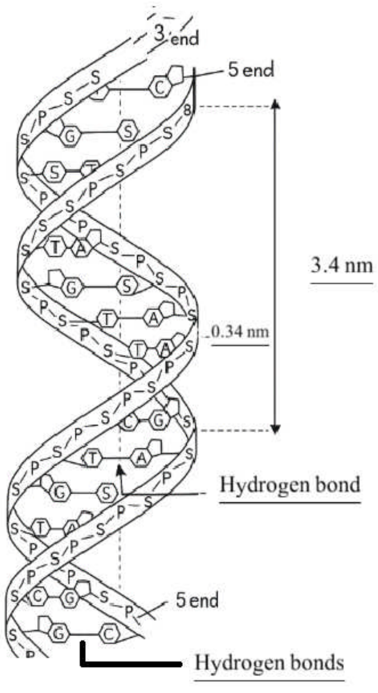

DNA Double Helix

جب دونوں strand ایک دوسرے کے ساتھ coil کر کے double helix بناتے ہیں تو ان کی bases (A,T,C,G) اس طرح ایک دوسرے کے سامنے آتی ہیں کہ A ہمیشہ T کے سامنے اور C ہمیشہ G کے سامنے رہتا ہے اور hydrogen bonds (جو نسبتاً کمزور طاقت ہوتے ہیں) دونوں strands کی shape کو برقرار رکھتے ہیں۔ ایک اور عجیب و غریب بات یہ ہے کہ ایک strand کا رخ اوپر سے نیچے کی طرف ہے تو دوسرے strand کا دوسری طرف (↑ ↓)۔ اسی سے ایک base دوسری کے سامنے آتی اور دونوں strands کا درمیانی فاصلہ بھی قائم رہتا ہے۔

x-ray diffraction نے یہ بھی واضح کیا کہ DNA کے double helix بہت ہی درست ہیں اور ان کی constant width ہے (2.0nm reflection)۔

اس کی وجہ یہ ہے A (Adenine)، T (Thmine) کے ساتھ pair کرتی ہے اور C (Cytosine) G (Guanine) کے ساتھ۔

DNA کی ساخت کا ہر point اور ہر پہلو واضح کر رہا ہے کہ اسے ایک بہت عظیم حکمت والے صانع نے بنایا تھا۔ چنانچہ اس کی ساخت میں نہیں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے اور نہ ہی کچھ بھی غیر موزوں، سب کچھ درست اور خوبصورت ہے۔ اسی لئے DNA ایک بہت شاندار chemical ہے اور ایک ماہر کاریگر کی کاریگری کی عظیم ترین تخلیق کی عکاسی کرتا

ہے اور سائنس دانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈالتا ہے، جب سائنسدانوں نے اس پر مزید تحقیق کی اور اس پر لکھی تحریر یعنی nucleotides کی ترتیب کو سمجھنے کی کوشش کی تو اس کے اندر چھپے راز اور بھی حیران کن تھے۔ جب ہم ایک strand کے nucleotides کا base sequence دیکھتے ہیں تو دوسرے کا خود ہی معلوم ہو جاتا ہے لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ base sequence بہت بڑی حقیقت کھولتا ہے جو کہ اس میں چھپے genetic codes ہیں۔ Biology کی تاریخ کا سب سے بڑا کارنامہ ہی یہی تھا کہ 13 سال کی کاوش کے بعد جو 1990ء میں شروع ہوئی اور 2003ء میں اس کے نتائج سامنے آئے۔ امریکی سائنس دان Francis Collins اور اس کی ٹیم نے بہت سے طریقے اختیار کر کے انسان کے DNA کو cell کے nucleus سے نکال کر پڑھا یہ تحریر (human genetic makeup) یا Human genome ہے اور (DNA) 3 billion nucleotides کی ایک خاص ترتیب ہے۔ انسانی کوشش نے اس کو پڑھا (decipherated) اور اس "کتاب" کے مختلف حصوں یعنی genes کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

ہمارا یہ DNA جس کے اندر $3.2x10^9$ nucleotides ہیں وہ انسانی cell کے nucleus (جس کا سائز 6um ہے) میں ایسے ہی بے ترتیب (fumbled up) نہیں ہے بلکہ 24 چھوٹے بڑے ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر پڑا ہوا ہے جن کو chromosomes کہتے ہیں۔ ہر chromosome میں ایک بہت لمبا ٹکڑا DNA کا بڑی خوبصورتی سے لاتعداد پروٹین کے molecules کے گرد بڑی نفاست سے لپٹا ہوا ہے۔ ہر انسان کے ہر cell میں chromosomes کے 24 pairs ہیں جو والدین (male اور female) نے equally contribute کئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا لمبا DNA کا molecule کیا کام کرتا ہے؟ اس کے بہت سے کام لیکن سب سے اہم کام مختلف قسم کی پروٹین بنانا ہے۔ مثلاً DNA کی وہ لمبائی جو insulin بنانے میں مدد کرتی ہے اس پر لکھی codes تحریر insulin کی پروٹین کے لئے amino acid کی اقسام اور ترتیب بناتی ہے۔ قدرت نے اس genetic code کو triplet بنایا ہے۔ جس کا مطلب ہے DNA پر تین تین bases ہیں اور ہر triplet بتاتی ہے یا specify کرتی ہے کہ polypeptide پر amino acids کی ترتیب کیسی ہوگی۔ لیکن DNA تو بہت بہت لمبا molecule ہے اس لئے اس کی ایک مخصوص لمبائی پر لکھی تحریر اسی طرح ایک RNA کو منتقل ہو جاتی۔ اسے mRNA (messenger RNA) کہتے لیکن جو base sequence، DNA پر ہوتا ہے اس کی complementary bases لگتی ہیں۔ mRNA پر مثلاً اگر DNA پر bases کی ترتیب اس طرح ہے CCC, TTT,GGG, CGA تو mRNA پر یہ ترتیب accordingly اس طرح

ہو گی GGG, UUU, AAA, CCC, GCU اور polypeptide پر اس طرح amino acids لگیں گے۔

Glycine. Phenylalanine,Lysine, Proline. Alanine

پس اس طرح DNA کی تحریر (mRNA (genetic code کو منتقل ہوئی اور پھر وہ گیا cytoplasm میں، پروٹین بنانے والی مشینری کے پاس، اس نے اس کے لائے ہوئے codes کو پڑھ پڑھ کر صحیح ترجمہ کر لیا (translation) اور درست amino acids صحیح ترتیب سے لگے اور جب نمبر پورا ہوا تو mRNA پر "stop code" آجاتا ہے۔ یہ ایک بے حد حیرت انگیز نظام تمام cells میں ہر وقت چل رہا ہے۔ جو mRNA،information لایا تھا وہ ایک خاص پروٹین کے بنیادی structure کی form میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس حیرت انگیز Transformation سے بے شمار پروٹینز بنتی ہیں اور ہمارے جسم (اور باقی جانداروں) کے structure اور تمام functions کو control کرتی ہیں۔

DNA درحقیقت ایک amazing چیز ہے اور انسانی دماغ جب اس پر لکھی تحریر (genetic information) کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو چکرا جاتا ہے۔

Fazale Rana ایک امریکی biochemist اور بہت سی کتب کے مصنف ہیں ان کی کتاب The cell's Design میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ cell کے structure اور اس کے function کو کو دیکھو تو معلوم ہو گا کہ اس میں ایک خوبصورت design ہے اور اس کا ایک Designer بھی ہے۔ نیز یہ کہ DNA کے structure اور function سے خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ یہ DNA پر لکھی information تھی جس کو RNA لے کر آیا اور cell کی مشینری نے اس کو سمجھ لیا اور اس کے مطابق پروٹین کا polypeptide بنا دیا۔ جب ہم پروٹین پر amino acids کا sequence دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ RNA کیا پیغام لایا تھا اور DNA پر کون سے codes تھے جن کو translate کیا گیا ہے۔

میں ایک Biologist ہوں اور میں DNA کو نہ صرف ایک معجزہ بلکہ اس عظیم حکمت والے خالق کی لکھی ہوئی تحریر سمجھتی ہوں۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ اتنی intelligent تحریر خود بخود وجود میں آگئی ہو۔ پس DNA اور اس کی information خدا کے وجود کو ثابت کرتی ہے DNA ثبوت دے رہا ہے کہ اس کا ایک خالق ہے۔

بہت سے Scholars خدا کی ہستی کی دلیل کے لئے DNA کو ہی پیش کرتے ہیں چنانچہ Pier Morgan Uncensored Show میں جب معروف مصنف اور مورخ Stephen C. Meyer سے سوال کیا گیا:

کیا آپ مانتے ہو کہ کائنات کا ایک خالق ہے؟

جواب:Yes میں مانتا ہوں۔

سوال: کائنات سے ہی ایک single cell تخلیق ہوا تو وہ بھی خدا ہوا؟

جواب: یہاں ایک ثبوت (evidence) ہے۔ جب بھی ہم کوئی information دیکھتے ہیں الفاظ کی شکل میں لکھی ہوئی یا ڈیجیٹل form میں یا ٹائپ کرتے ہیں تو یہی سب کچھ DNA میں ہے۔ 1950s میں Francis Crick نے DNA کے بارے میں کہا کہ اس میں چار bases کا ایک sequence (ترتیب) ہے اور یہ ایسے ہی کام کرتے ہیں جیسا کہ ایک لکھی ہوئی تحریر یا ایک software میں digital characters۔ (مثلاً $ لکھیں تو ڈالر، £ =پاؤنڈ، & =and وغیرہ) ہمارا تجربہ یہی ہے کہ جب بھی ہم کوئی information کسی بھی طرح کی دیکھتے ہیں تو ہمیں فوراً خیال آتا ہے کہ یہ کسی ذہن کی تخلیق ہے۔ Bill Gates نے بھی کہتا تھا کہ DNA ایک software programe کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر complex ہے جو ہم نے بنایا ہو۔ رچرڈ ڈاکنز بھی مانتا ہے کہ DNA ایک مشین کی طرح (بلکہ اس سے بڑھ کر) کام کرتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ایک software کسی پروگرامر کی طرف سے آتا ہے یا وہ information جو ہمیں کسی کتاب کے پیراگراف میں یا پرانے زمانے کی تختیوں پر تحریروں کی صورت میں ملتی ہے تو یقیناً وہ کسی نہ کسی دماغ کی ایجاد ہوتی ہے نہ یہ کہ خود بخود اس material نے لکھ دی ہو۔ اس لئے وہ information جو زندگی کی بنیاد ہے یہاں تک کہ سب سے سادہ چیز یعنی cell کی بھی وہی بنیاد ہے تو وہ اس بات کا حتمی ثبوت (evidence) ہے کہ یہ اس خالق کی ہی تخلیق ہے جو سب سے زیادہ ذہین ہے اور اسی نے زندگی کا آغاز کیا۔

DNA کے بارے میں اس مصنف کا یہ بیان بڑا سچا اور کھرا ہے اور خدا کی ہستی کی سائنسی دلیل ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ DNA پر base sequence بڑا اہم ہے۔ اور ہر triplet code کسی خاص amino acid کی نشاندہی کرتی ہے مثلاً code GAG کا معنی glutamic acid جبکہ GUG۔ code ہے Valine کی۔ اگر A کی جگہ U(uracil base) لگے تو protein میں glutamic acid کی جگہ Valine۔ amino acid لگے گا اور نتیجہ ایک بہت بڑی خرابی کی صورت میں نکلے گا یعنی rickle cell anemia۔ یہ خرابی کیسے ہو جاتی۔ اس کے لئے بہت سے agents ہیں جو اس mutation کا سبب بنتے ہیں۔ زندگی بننے کے دوران شروع میں بننے والے DNA میں بہت سی تبدیلیاں آئی ہوں گی اور بہت سی ان میں سے بڑی اچھی بھی تھیں جن کی وجہ سے بہت سی variety اور

diversity بنی۔ مگر کچھ mutations بہت نقصان دہ ہوتی ہیں۔

DNA جب اتنا زبردست حیثیت رکھتا ہے تو اس کو بنانے کے لئے قدرت نے بہت اعلیٰ انتظامات بھی کئے ہوں گے۔ شروع میں جب cells نہیں تھے تو اُس کے تمام molecules بہت precise طریقے سے بنے ہوں گے۔ ہر cell کی انفرادیت کے لیے اُس کا unique genome بنایا گیا ہوگا۔ یہ process خاص جگہوں پر ہوتا ہوگا۔ RNA کے بننے کے لئے بہت سے factors ہوں گے، بڑی اچھی planning ہوگی اور انہیں میں microbs یعنی viruses اور bacteria کا وجود بھی ہوگا۔ یہ وہ microbs تھے جو دوسرے ingredients کی طرح اوپر کائنات میں solar system میں بن کر آئے تھے تاکہ زندگی بنانے کے لئے مخصوص مقامات پر جگہ ہموار کریں۔

آپ جانتے ہیں ہم نے شروع میں بھی ذکر کیا تھا کہ قدرت نے شروع میں چاند کو بنا دیا تھا۔ اس میں حکمت یہی تھی کہ چاند کا بھی life بنانے میں بہت اہم role رہا ہے۔ ان سب قابلِ ذکر اور دلچسپ حالات و واقعات کے نتیجہ میں ہمیں زندگی کے آغاز سے واقفیت ہوگی۔ اور پہلے ہم micorbs، چاند اور ان جگہوں کی اہمیت دیکھیں گے جہاں آج سے تقریباً 4 بلین سال قبل یہ process ہو رہا تھا اور سب سے سادہ cells بن رہے تھے جن کو Prokaryote کہتے ہیں۔

Bacteria (جنّات) اور زندگی بنانے میں ان کی اہمیت

جب زندگی کی ابتدا ہوئی تو جو cell سب سے پہلے وجود میں آئے وہ بہت simple تھے اور سائز میں بھی بہت چھوٹے 0.1µm سے 5µm تک۔ ان کی تاریخ سب سے پرانی ہے۔ یعنی قریب 3.7 بلین سال قبل۔ یہ زمین پر سب سے پہلے بننے والی زندگی تھی جو آج بھی موجود ہیں۔ یقیناً انہوں نے زندگی کے ارتقاء میں بڑا کردار ادا کیا ہوگا۔

Bacteria کی دو قسمیں ہیں:

1۔ Archeobacteria یعنی پرانے والے (Gr. Archaea means ancient)

2۔ Eubacteria یعنی بعد میں بنے۔ اصل میں یہی وہ Prokaryote ہیں جو 3.7 بلین سال قبل flourish کر رہے تھے۔

Archaea پہلے موجود تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ life کو شروع کرنے میں دراصل ان کا role ہے۔ یہ بہت extreme حالات میں رہنے والے تھے۔ ان کا structure اور metabolism بتاتا ہے کہ یہ پہلے (primitive) والے ہیں کیونکہ یہ اُن حالات میں رہ رہے تھے جو ابتدائی زمین پر موجود تھے اور آج کی دنیا میں rare ہیں۔ مثلاً

1۔ اُبلتے پانی کے چشمے امریکہ میں، کینیڈا میں زیمبابوے (Zimbabwe) میں۔ جہاں درجہ حرارت 100 ڈگری سینٹی گریڈ سے زیادہ ہوتا ہے۔

2۔ سلفر springs امریکہ میں Yellow stone Park جہاں تیزابیت pH 1-2 ہے۔

3۔ گہرے سمندر میں جہاں وہ vents جن سے H_2S نکلتی ہے۔

4۔ بہت نمکین پانی کے تالاب Don Juan Pond Antarctica

5۔ swampy علاقے

6۔ Muddy جگہیں

7۔ جہاں بھی sewage کی decomposition ہوتی

8۔ Decomposing dead bodies

9۔ زمین کی اندر کی تہیں جہاں oil deposits ہیں

جہاں تک bacteria کی دوسری قسم جن کو Eubacteria کہتے ہیں وہ true bacteria کہلاتے ہیں۔ اور ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ ہوا میں، liquids میں، زندہ جسم پر، مُردہ جسم پر، جانوروں میں، انسانوں میں۔ بہت سی بیماریاں ان سے پھیلتی۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جو فائدہ مند ہیں۔ دہی بناتے، ہماری آنت میں رہتے (E. coli) جانوروں کے معدے میں گھاس کو ہضم کرنے میں مدد کرتے، دیمک کو لکڑی digest کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

بہر حال اس وقت ہم اُن bacteria کی بات کریں گے جن کا زندگی بنانے کے لئے شروع میں اہم کردار ہے اور وہ Archaea ہی ہیں۔

برطانیہ کے مشہور ماہرِ فزکس Paul Charles William Davies نے Archaea کی اہمیت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ کائنات میں نظام شمسی میں بنے ہوں گے۔ ان کا مضمون اس بارے میں 1996ء میں چھپا، جس کا عنوان تھا:

"The Transfer of viable microorganisms between planets"

اس کے علاوہ اس کی اور بھی کتب میں جیسا کہ 1998ء کی اس کی مشہور کتاب

The Fifth Miracle: The Search for the Origin of Life.

اور 2006ء میں The Goldilocks Enigma: Why is the Universe just Right for Life

میں بھی اسی امر کا تذکرہ ہے۔

اس تذکرے کا مقصد یہی ہے کہ سائنس دان تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات میں زندگی بننے کا امکان ضرور موجود ہے۔ Carl Sagan جو مشہور امریکی astronomer تھا اُس کی مشہور کتاب The Pale Blue Dot (1994) میں بھی یہی نظریہ تھا کہ اس planet کے علاوہ بھی کائنات میں زندگی بننے کی خاصیت ہے اور علم کی جستجو سے بھی بہت سے راز معلوم ہوتے ہیں۔

1970ء میں Dr. Carl Woese اور دوسرے سائنس دان جب University of Illinois میں bacteria پر تحقیق کر رہے تھے تو انہیں حیران کرنے والے Archaea کا علم ہوا جو بہت گرم درجہ حرارت پر رہ سکتے ہیں، methane بناتے ہیں اور دوسرے bacteria سے مختلف ہیں۔ چنانچہ ان پر تحقیق جاری رہی۔

پھر John L. Howland نے اپنی کتاب The Surprising Archaea: Discovering Another Domain of Life (2000) میں لکھا کہ Archaeobacteria کی nature کا علم ایسا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے یہ solar system یا اُس سے بھی دور کہیں سے آئے ہیں۔

یہ بہت حیران کرنے والی حقیقت ہے کہ یہ کہاں سے آئے؟

ہم جانتے ہیں ان کی بہت اہمیت ہے۔ molecular اور evolutionary Biology میں کیونکہ ان کا RNA sequence دوسرے بیکٹیریا (Prokaryote) سے مختلف ہے۔ اور یہ بالکل بھی pathogenic نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں دیتے۔ البتہ ایک بات عجیب ہے کہ ان کا RNA polymerase دوسرے eukaryote جیسا ہے۔ ان کو "Extremist" اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عجیب جگہوں پر آج بھی پائے جاتے ہیں۔

ایک حیرت انگیز Archaea جس کا نام Halobacterium ہے اس میں ایک بہت خوبصورت purple رنگ کا pigment ہے جو اُسی طرح سے light sensitive ہے جیسے انسانی آنکھ کا rhodopsin ہے۔ یہ bacterium اس pigment کے ذریعے بہت اہم chemical بناتا ہے جو ATP (Adenosin triphosphate) ہے۔

ATP سورج کی روشنی میں اور پانی کی موجودگی میں پودے بھی بناتے ہیں۔ اس کا ذکر ابھی آگے چل کر آئے گا۔ بہرحال یہ عجیب "مخلوق" اوپر سے ہی بن کر آئی (نَّارِ السَّمُوْمِ۔ (الحجر: 28) مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ (الرحمن: 16) قرآن نے بتایا ہے) extreme درجہ حرارت پر اس لئے یہ مخلوق زمین پر ویسے حالات میں survive کر رہی ہے۔

ہم خاص طور پر ان کے mud اور decomposing matter میں رہنے سے دلچسپی رکھتے ہیں (جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ۔(الحجر: 27)) اور اسی پر بعد میں اس مضمون میں لکھا بھی جائے گا کہ کس طرح وہاں life کو بنانے میں اس نے facilitate کیا ہوگا۔ جب طِیۡنٍ لَّازِبٍ۔(الصّٰفّٰت: 12) بنا اور وہاں دوسرے bacteria یعنی Prokaryote بننے کا عمل شروع ہوا اور انہی سے Eukaryote بنے۔ یہی evolution ہوئی ہوگی۔

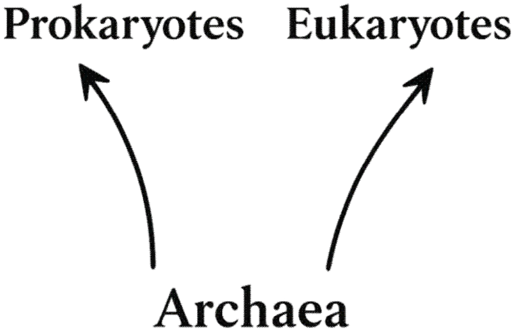

اسی لئے Claude Villee اور دوسرے Biologists مثلاً Eldra Pearl Solomon University of South Florida, Emeritus, Harvard University نے اپنی مشہور کتاب Biology میں لکھا:

"They are amazing organisms"

تعجب کی بات نہیں ہوگی کہ یہی وہ cell ہو (LUCA) جو سب cells کا Common Ancestor جس طرح تمام انسانوں کی "ماں"، "نفسِ واحدۃ" تھی جس کی ایک تفسیر Mitochondrial Eve بھی کی جاتی ہے۔

بہرحال اس میں شک نہیں کہ Archaea سلفر استعمال کرتے تھے اور بہت گرم Volcanic حالات میں گہرے سمندر میں رہتے تھے، کیونکہ یہ بہت گرم ہوا (نَّارِ السَّمُوۡمِ) radiation والی فضا سے بن کر آئے اور وہاں لپکتے شعلے بھی تھے جیسے Volcanic eruption کے وقت زمین پر ہوتا ہے۔ ان کا مزید role چکنی مٹی کے topic میں بیان ہوگا۔

25 مارچ 2025ء کے ایک پروگرام میں Prof. Brian Cox نے کہا تھا کہ ایک نظریہ یہ ہے کہ اس زمین پر زندگی شروع کرنے کے لئے "بیج" وہ microbs تھے جو comets میں بن کر آئے تھے۔ چاند پر جو probs بھیجے جاتے

ہیں وہ یہ خبر لائے تھے کہ microbs کائنات سے ہی زمین پر آئے۔ اس کی ایک مثال Common cold کا Virus ہے۔ زمین کی ابتدا میں جو meteorites آرہے تھے وہ ان microbs کو بھی لے کر آرہے تھے، تا زندگی شروع ہونے کا انتظام ہو۔ پس یہ حقیقت میں زمین پر زندگی کے "بیج" تھے۔

Anthonie W. J. Muller جو ایک Dutch Biophysicist ہے اُس نے بہت سال قبل Thermosynthesis کا نظریہ پیش کیا تھا اور 2006ء میں واشنگٹن میں منعقد ہونے والی Astrobiology Science Conference میں اپنا مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا:

The Origin of Life explained by Thermosynthesis

اس مقالہ میں اس نے یہ واضح کیا کہ Origin of Life کے لئے نظامِ شمسی میں ایسی "niches" موجود ہیں یعنی ایسی Extra terrestrial environment جہاں ایسے processes کام کر رہے ہیں جن کے نتیجہ میں نہ صرف مرکبات (Compounds) بنتے ہیں بلکہ ATP بھی بن سکتا ہے جو ہر cell کی طاقت (energy) کے لئے مسلسل بننے والی بیٹری ہے اور جو آج بھی زمین پر پودے پانی سے اور سورج کی روشنی سے بنا رہے ہیں۔ اس میں پانی سے proton pump (H^+) چلتا ہے اور اس کی energy سے ATP بنتا ہے۔ اس کی مثال بھاپ سے چلنے والے engine کی سی ہے۔[1]

پانی سے energy ملتی ہے یعنی بھاپ اور وہ پھر اس مشین کو چلاتی ہے۔ سورج کی روشنی پودوں کے cells کے اندر پانی کو split کرتی ہے یعنی (H^+ اور OH^- میں) اور نتیجہ کے طور پر cells میں ATP بنتا ہے۔ اس عمل کو Photophosphorylation کہتے ہیں۔ جب کہ اسی پراسیس سے سب سے اہم گیس آکسیجن بھی پیدا ہوتی ہے اور یہ عمل صرف پودے ہی کر رہے ہیں۔ لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوتی اس کیمیاوی عمل (photosynthesis) سے پودے foods بھی بناتے اور جاندار اُن foods کو استعمال کر کے اپنے جسم کے لئے energy پیدا کرتے اور یہ سب پھر ATP کے نتیجہ میں ہی ہے۔ ATP میں تین phosphates (P) ہیں۔

Muller کا نظریہ ہے کہ کائنات میں ایسی environments اور places موجود ہیں جیسا کہ radiations

[1] Muller Anthonie W. J.: Life Explained by Heat Engines in Extra-terrestrial Habitats (2012)

(جن کو قرآن نَّارِ السَّمُوۡمِ کہتا ہے) اور آگ کے شعلے asteroids میں (جن کو قرآن مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ کہتا ہے) جہاں Thermosynthesis ہو سکتا ہے۔ پانی نے energy دی ہو گی جیسے Steam engine میں پانی کو اُبال کر بھاپ بنا کر energy حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اُس سے انجن کو چلا لیتے۔ اس کے مشابہ کیمیاوی عمل کائنات میں ہو سکتے ہیں اور اسی لئے سب سے پہلے پانی بنایا گیا جو energy کا ذریعہ تھا اور آج بھی پودوں میں energy کا ذریعہ ہے اور سورج کی radiation حاصل کرنے کے بعد ATP بناتا ہے۔

Archaea وہ bacteria تھے جو ایسی ہی extreme environments میں بنے ہوں گے جہاں amino acids اور دوسرے Organic Compounds بنے جو meteorites کے ذریعے زمین پر آئے۔ ATP بھی بنا ہو گا۔ RNA اور DNA کے ingredients بھی اوپر سے بن کر آئے ہوں گے۔

سادہ Organic Compounds کو جوڑنے کا عمل البتہ زمین پر ہوا ہو گا اور اس پراسیس کے لئے بھی بہت سے factors مددگار ہوئے ہوں گے، بشمول bacteria اور Viruses اور اس process یعنی polymerization کے لئے مناسب جگہیں مہیا ہونے کے جیسا کہ shallow ponds اور پھر وہ ساحلِ سمندر جہاں پانی کھڑا ہو جاتا ہو گا اور حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ بنا ہو گا۔ Archaea کا اس میں بہت بڑا role ہے۔ اس process کے نتیجے میں جو cells بنے وہ بھی bacteria تھے یعنی prokaryotes۔

اب انشاء اللہ ہم اگلی قسط میں دیکھیں گے کہ ارتقاء کا یہ عمل کہاں اور کیسے ہو تا رہا ہو گا جس کا نتیجہ cell یعنی زندگی کی صورت میں نکلا۔

(جاری ہے)

❁❁❁❁❁

اشاریہ

رسالہ موازنۂ مذاہب جلد نمبر 08

جنوری2025ء تا دسمبر2025ء

(مرتبہ: ابن لیاقت)

شمارہ نمبر01 جنوری 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	ارشاد باری تعالیٰ: خدا واحد لاشریک ہے	2
2	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانہ سے متعلق پیشگوئی	4
3	اس زمانہ میں بڑی ضرورت کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جاوے: کلام الامام امام الکلام	6
4	نیا سال منانے کا اسلامی طریق: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	9
5	نادرو نایاب؛ خطبہ جمعہ مؤلفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	14
6	کتب مقدسہ میں؛بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ	20
7	قرآن کریم کا درست ترجمہ وتفسیر از جماعت احمدیہ مسلمہ؛حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مبارک منشاء کی تعمیل: اواب سعد حیات	24

8	حضرت مسیح ناصریؑ کی کتاب مقدس مروجہ اناجیل نہیں بلکہ توراۃ اور کتب انبیاء ہیں: ایم۔ناصر	37
9	قرآن، بائبل اور آثار قدیمہ؛ قرآن کے مطابق فرعون موسیٰؑ کون سا فرعون ہو سکتا ہے؟: ایس۔اے۔قادر	58
10	تعارف کتاب: "براہین احمدیہ حصہ پنجم": مرسلہ ابوعبداللہ	79
11	ایک مشہور دہریہ کے اعتراضات کے جواب؛ کتاب The God Delusion پر ایک نظر: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	84

شمارہ نمبر 02 فروری 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	ارشاد باری تعالیٰ: ایک عظیم بیٹے کی بشارت	2
2	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: مسیح موعودؑ کی عظیم الشان اولاد ہوگی	4
3	ایک عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا مصداق: کلام الامام امام الکلام	6
4	عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء	11
5	پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے چند لوگوں کی گواہیاں: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	13
6	کتب مقدسہ میں؛ بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ	28
7	حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں: مرسلہ ایچ۔ایم۔ظفر	37
8	حضرت مصلح موعودؓ کے چند پُر شوکت بیانات: مرتبہ ابوعبداللہ	41
9	ایک اعتراض کا جواب؛ کیا قرآن شریف بائبل کی نقل ہے؟ (نعوذ باللہ): ایم۔ناصر	56
10	کیا فرعون موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مرا تھا؟: ایس۔اے۔قادر	62
11	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ؛ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر مشہور بہ "سبز اشتہار": اے۔رحمان	77
12	ایک مشہور دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛ کائنات کا وجود اور نظام: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	85

شمارہ نمبر 03 مارچ 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ یارو! مسیحِ وقت کہ تھی جن کی انتظار: مدیر کے قلم سے	2
2	ارشاد باری تعالیٰ: آخرین کے لفظ میں فکر کرو	4
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: جب تم اس کو دیکھو تو اس کی بیعت کرو کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے	9
4	دوسری قوموں کے بزرگوں کو عزت سے یاد کرو: امام الکلام	11
5	کلام الامام؛ سورۃ جمعہ اور حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	13
6	سیرت النبی ﷺ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور ذاتی قوت قدسی: از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ	25
7	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ؛ ”فتح اسلام“: اے۔ ولیم	30
8	پرنٹنگ پریس کی ایجاد سے پہلے بائبل کے قلمی نسخوں میں ہونے والی ایک غلطی؛Parablepsis: ایم۔ ناصر	42
9	مختلف مذاہب میں روزہ کا تصور: ایچ۔ ایم۔ ظفر	44
10	جین مت میں روزہ: ابن شاکر	53
11	عصر جدید کے مسائل اور ان کا حل اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام: اواب سعد حیات	58
12	حضرت مسیح ناصریؑ کی آمد ثانی، اناجیل اور بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام: اے۔ آر۔ سدھو	73
13	ردّ دہریت؛Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛ ایک ہی خالق ہے اور وہی کنٹرولر بھی ہے: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	88

شمارہ نمبر 04 اپریل 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں: مدیر کے قلم سے	2
2	ارشاد باری تعالیٰ: ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا	4
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: طاعون کی پیشگوئی؛ خدا تعالیٰ مخالفوں کی گردنوں میں ایک پھوڑا ظاہر کرے گا	6

4	اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے: امام الکلام	8
5	کلام الامام؛ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے کا ثبوت دیں: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	12
6	اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کی حفاظت فرمائے گا: ازافاضات حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ	17
7	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام؛ ''کشتیٔ نوح'': اے۔ولیم	25
8	طاعون کا نشان: ازافاضات حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ	42
9	ایک شبہ کا ازالہ؛ اگر کوئی خُدا ہے تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟: قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے	51
10	صداقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نشان؛ طاعون: ادارہ	57
11	ہندوستان میں طاعون کی آمد، حکومتی تدابیر اور عوامی ردّ عمل: ابو حمدان	71
12	ردّ دہریت؛ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛ تخلیق کائنات کا عمل: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	83
13	''کشتیٔ نوح'' میں مذکور ایک حوالہ کی تخریج: مرسلہ Ataul Wasih Tariq صاحب مبلغ اٹلی	90

شمارہ نمبر 05 مئی 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ حقیقی عید کیا ہوتی ہے؟: مدیر کے قلم سے	2
2	ارشاد باری تعالیٰ: خدائے تعالیٰ خلافت حقہ کو قائم کر کے مسلمانوں کو امن کی حالت میں کر دے گا	4
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَىٰ مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ	5
4	خلیفہ در حقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے: امام الکلام	7
5	کلام الامام؛ مسیح موعودؑ کے ذریعہ خلافت علی منہاج نبوت: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	10
6	تعارف کتاب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام؛ ''رسالہ الوصیّۃ'': اے۔آر۔حیدر	13
7	دکھ اور اَلَم کا مسئلہ؛ دہریہ اور مومن کے نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ کا حل: ازافاضات حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ	24
8	اسلام کا ایک امتیاز؛ خِلَافَت عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ خلافت کی اہمیت، قیام اور انتخاب: ابن قدسی	35

9	قرآن، بائبل اور تاریخ؛ وَھُمْ اُلُوفٌ کہہ کر قرآن مجید نے بائبل کی غلطی کی اصلاح کی: ایم۔ایم۔گلفام	47
10	مستشرقین کے ایک اعتراض کا جواب؛ قرآن مجید اور عقیدہ تثلیث: مرتبہ اے۔ آر۔ سدھو	66
11	مظلوم کیفا : ایم۔ناصر	75
12	ردّ دہریت؛Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛کائنات کی تخلیق اور ایک ہی کامل ڈیزائنر: وسیمہ اُپل(آسٹریلیا)	81

شمارہ نمبر06 جون 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا : مدیر کے قلم سے	2
2	ارشاد باری تعالیٰ : خدا تعالیٰ غیر محدود ہے	5
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم : نہایت خوبصورت انداز میں رسول اللہ ﷺ کے مقام شفاعت کا بیان	6
4	توحید کی حقیقت: امام الکلام	9
5	مضامین قرآن کی جامعیت کی ایک جھلک؛ قرآن مجید میں نیچر کا ذکر(قسط ششم) :تلمیذ الرحمان	10
6	سیرت النبی ﷺ؛امن دینے والی ہستی کی طرف توجہ دلانے والی محمد ﷺ کی ذات ہے : از افاضات حضرت المصلح الموعودؓ	17
7	تبرکات؛ہستی باری تعالیٰ: حضرت سیّد میر محمد اسحٰق صاحبؓ	28
8	عہد نامہ جدید کے چند اختلافات: ایم۔ناصر	51
9	انجیل متی کی تفسیر: ابن مقبول	57
10	اَپَالَونی آش (Apollonius of Tyana) کے سوانح حیات کا جائزہ اور سفر ہندوستان: اے۔ آر۔ سدھو	63
11	تعارف کتاب جین مت؛کلپ سوتر(Kalpasutra) : ابن شاکر،نادر	70
12	ردّ دہریت؛Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛کائنات کے عجائبات اور عظیم طاقت: وسیمہ اُپل(آسٹریلیا)	84

شمارہ نمبر07 جولائی 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ جلسہ سالانہ۔صحبت صالحین کا ایک حسین بابرکت نظام: مدیر کے قلم سے	2

2	ارشاد باری تعالیٰ : صحبت صالحین	4
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: نیک اور برے ساتھی کی مثال	5
4	عام قاعدہ نبیوں کا ... محل شناس لیکچرار: امام الکلام	6
5	جلسہ سالانہ کی اہمیت واغراض: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	10
6	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛تعارف کتاب: اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنِيَّة: ابن رفیق	14
7	تعارف کتاب؛براہین احمدیہ حصہ اول: اے۔ولیم	27
8	خلافت کے ایک عظیم معاون (مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب) سلطان النصیر، عالم باعمل کا ذکر خیر اور سوانحی خاکہ: ادارہ	34
9	قرآن اور بائبل کا تقابلی مطالعہ؛توہمات اور فرضی کہانیاں: ایم۔ناصر	50
10	انجیل متی کی تفسیر: ابن مقبول	58
11	قرآن، بائبل اور آثار قدیمہ؛ معجزہ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ کی حقیقت: ایم۔ایم۔گلفام	64
12	ردّ دہریت؛ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛ کائنات، سائنس اور مذہب: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	93

شمارہ نمبر 08 اگست 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ اتمام نعمت کا وقت آپہنچا ہے: مدیر کے قلم سے	2
2	پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار؛ ادارہ	4
3	ارشاد باری تعالیٰ؛احیائے موتیٰ: وہ کام جو خدا کے برگزیدہ دنیا میں مبعوث ہو کر کرتے ہیں	21
4	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے	22
5	خالقیت خدائے تعالیٰ: امام الکلام	23
6	اللہ کرے کہ دنیا وقت کے امام کو پہچان لے: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	25
7	ہستی باری تعالیٰ کی دلیل؛ہزاروں راستبازوں کی گواہی: از افاضات حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ	26
8	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛تعارف کتاب: سُبُلُ الْهُدٰى وَالرَّشَادِ فِي سِيْرَةِ خَيْرِ الْعِبَاد: ابو اشعر	29

9	تعارف کتاب؛ براہین احمدیہ حصہ دوم: اے۔ ولیم	48
10	بین الاقوامی رنجشوں کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی رہنمائی: سید میر محمود احمد ناصر	62
11	انجیل متی کی تفسیر؛(قسط سوم) : ابن مقبول	65
12	کیا یسعیاہ باب 53 میں دکھ اٹھانے والے خادم سے مراد یسوع ناصریؑ ہیں؟: سید میر محمود احمد ناصر	71
13	ردّ دہریت: ایک کتاب؛ God: The failed Hypothesis کا تعارف اور تبصرہ: م الف۔ قاہر	74

شمارہ نمبر 09 ستمبر 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے : مدیر کے قلم سے	2
2	ارشاد باری تعالیٰ؛ قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت	5
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: اللہ کی کتاب ہی حبل اللہ ہے	6
4	قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں: امام الکلام	7
5	آنحضرت ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے عشق : امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	8
6	ہستی باری تعالیٰ؛ خدا تعالیٰ کی ہستی کی دلیل ”قبولیت دعا“ : ادارہ	11
7	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ تعارف کتاب: اَلْمَغَازِی لِمُوسٰی بِنْ عُقْبَہ: ابو رفیق	13
8	تعارف کتاب؛ براہین احمدیہ حصّہ سوم: اے۔ ولیم	22
9	اسلام کی تعلیم کا بنیادی کمال؛ ”اعتدال و حکمت کی تعلیم“ (قسط اوّل) : سیّد میر محمود احمد ناصر	32
10	حفاظت قرآن : اواب سعد حیات	44
11	بائبل اور قرآن: کیا حضرت نوحؑ کی عمر 950 برس یا اس سے زائد تھی؟: مرتبہ اے۔ آر۔ سدھو	60
12	ردّ دہریت: زمین پر زندگی کی ابتداء اور خدا کا ”ہاتھ“ (قسط اوّل) : وسیمہ اپل (آسٹریلیا)	79

شمارہ نمبر 10 اکتوبر 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ خلافت کی عظمت واہمیت	2
2	ارشاد باری تعالیٰ: خدا تعالیٰ سے محبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی	8
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت	9
4	امام الکلام: خدا کے وجود کا پتہ دینے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں	10
5	کلام الامام؛ انبیاء انسان کو راستے دکھاتے ہیں: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	11
6	خدا تعالیٰ کی ہستی کی ایک دلیل	12
7	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ تعارف کتاب: سیرت ابن اسحاق: ابواشعر	17
8	اسلام کی تعلیم کا بنیادی کمال؛"اعتدال وحکمت کی تعلیم" (قسط دوم): سیّد میر محمود احمد ناصر	41
9	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام؛ "براہین احمدیہ حصّہ چہارم": اے۔ ولیم	59
10	کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کشمیر میں حضرت مسیح ناصریؑ کی قبر کا علم الہاماً دیا گیا تھا؟: اے۔ آر۔ سدھو	71
11	ردّ دہریت: زمین پر زندگی کی ابتداء اور خدا کا "ہاتھ" (قسط دوم): وسیمہ اپل (آسٹریلیا)	80

شمارہ نمبر 11 نومبر 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا	2
2	ارشاد باری تعالیٰ: دوزخ سے بچانے والا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	4
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: اللہ کا پیغام لے کر آنے والا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	5
4	امام الکلام: آپ ﷺ نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا	7
5	کلام الامام؛ حیات روحانی متابعت رسول کریم ﷺ سے ملتی ہے: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	9

6	صدائے امن وایماں؛دورحاضر میں امن عالم کی ضامن واحد آسمانی آواز: مرسلہ،ج۔ایم	12
7	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛رسول کریم ﷺ کی بنی نوع انسان سے محبت ازافاضات حضرت مصلح موعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ	18
8	اسلام کی تعلیم کا بنیادی کمال؛"اعتدال وحکمت کی تعلیم" (قسط سوم وآخری) : سیّد میر محمود احمد ناصر	30
9	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام؛ "پرانی تحریریں" : اے۔ولیم	43
10	بدھ مت ازافاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ : مرسلہ،ابن انوار	57
11	ہستی باری تعالیٰ کی دلیل : ابوصریر	74
12	ردّ دہریت: زمین پر زندگی کی ابتداءاور خدا کا"ہاتھ"(قسط سوم) : وسیمہ اپل(آسٹریلیا)	84

شمارہ نمبر12 دسمبر 2025ء

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	**اداریہ** ؛ غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے اے مرے فلسفیو! زور دعا دیکھو تو	2
2	ارشاد باری تعالیٰ : دنیا کے اختیار کرنے میں بھلائی اور خوبی ہو	12
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے	13
4	امام الکلام: تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے	15
5	کلام الامام؛اسلام کی تعلیم پر عمل دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے:امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	17
6	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛ قرآن کریم کے بیان کردہ سیرۃ طیبہ ﷺ کے سات متنوع طریق: سید میر محمود احمد ناصر	19
7	مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ازافاضات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز: مرسلہ:ع۔س۔اختر	39
8	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام؛ "سرمہ چشم آریہ" : اے۔ولیم	52
9	ہستی باری تعالیٰ کی ایک دلیل : ابوصریر	70
10	ردّ دہریت: زمین پر زندگی کی ابتداءاور خدا کا"ہاتھ"(قسط چہارم) : وسیمہ اپل(آسٹریلیا)	74
11	اشاریہ؛رسالہ موازنۂ مذاہب جلد08 جنوری 2025ء تا دسمبر 2025ء : مرتبہ ابن لیاقت	86

اے سننے والو سنو!

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آجکل کے دنیا کے حالات جو ہیں ان کے بارہ میں اس وقت میں ایک دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔... اگر بڑی طاقتیں اپنے دوہرے معیار نہ رکھتیں یا نہ رکھیں تو اس قسم کی بدامنی اور جنگیں دنیا میں ہو ہی نہیں سکتیں۔ پس ان دوہرے معیاروں کو ختم کرو تو جنگیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ یہی باتیں میں اسلام کی تعلیم کی روشنی میں ایک عرصے سے کہہ رہا ہوں لیکن سامنے تو یہ کہتے ہیں ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔......

یہ لوگ جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل کرتے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں دنیا کی معیشت ہے ان کے آگے ہی انہوں نے جھکنا ہے۔ اگر جائزہ لیا جائے تو لگتا ہے کہ بڑی طاقتیں جنگ بھڑکانے پر تُلی ہوئی ہیں بجائے اس کو ٹھنڈا کرنے کے۔ یہ لوگ جنگ ختم کرنا نہیں چاہتے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جنگوں کے خاتمے کے لیے بڑی طاقتوں نے لیگ آف نیشنز بنائی لیکن انصاف کے تقاضے پورے نہ کرنے اور اپنی برتری قائم رکھنے کی وجہ سے یہ ناکام ہو گئی اور دوسری جنگ عظیم ہوئی اور کہتے ہیں سات کروڑ سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں۔ اب یہی حال یو این (UN) کا ہو رہا ہے۔ بنائی تو اس لیے گئی تھی کہ دنیا میں انصاف قائم کیا جائے گا اور مظلوم کا ساتھ دیا جائے گا۔ جنگوں کے خاتمے کی کوشش کی جائے گی لیکن ان باتوں کا دُور دُور تک پتہ نہیں۔ اپنے مفادات کو ہی ہر کوئی دیکھ رہا ہے۔

اب جو اس بے انصافی کی وجہ سے جنگ ہو گی اس کے نقصان کا تصور ہی عام آدمی نہیں کر سکتا اور یہ سب بڑی طاقتوں کو پتہ ہے کہ کتنا شدید نقصان ہو گا۔ لیکن پھر بھی انصاف قائم کرنے پر کوئی توجہ نہیں ہے اور توجہ دینے پر کوئی تیار بھی نہیں ہے۔

ایسے حالات میں مسلمان ملکوں کو کم از کم ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اپنے اختلافات مٹا کر اپنی وحدت کو قائم کرنا چاہیئے۔... ایک ہوں گے، وحدت ہو گی تو آواز میں بھی طاقت ہو گی ورنہ معصوم مسلمانوں کی جانوں کے ضائع ہونے کے یہ لوگ ذمہ دار ہوں گے، مسلمان حکومتیں ذمہ دار ہوں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے اور یہ ان طاقتوں کا کام ہے رکھیں کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو۔ پس اس اہم بات کو سمجھیں۔...

بہر حال ہمارے پاس تو دعا ہی کا ہتھیار ہے اسے ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر استعمال کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں کو بھی یہ توفیق دے کہ وہ دونوں طرف انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے امن قائم کرنے والی بنیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف جھکاؤ ہو جائے اور دوسری طرف کا حق مارا جائے۔ ظلم و زیادتی میں بڑھنے والی نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم دنیا میں امن و سلامتی دیکھنے والے ہوں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اکتوبر 2023ء، روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 3 نومبر 2023ء صفحہ 5،6)

Monthly

Registration No: PUNBIL/2018/75031
Postal Registration No: GPD-47/2023-2025 for the calander year 2025

MUWĀZNA-E-MADHĀHIB

Annual Subscription Rs.600/-(Per Issue Rs.50/-)Weight.100-200gms Per Issue

PRINTED ON 20 DECEMBER 2025 Editor: Muhammad Hameed Kausar

DECEMBER 2025 | FATAH 1404(HS) | JAMADA AL-SANNIA 1447(HQ) | VOL.NO:08, NO:12

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسالہ ”موازنہ مذاہب“ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

”ایک (نیا) رسالہ جاری کیا گیا........ تھا۔ یہ ماہانہ رسالہ ہے ”موازنہ مذاہب“ جو یہاں یوکے سے چھپتا ہے اور اس میں بڑے اچھے علمی اور تحقیقی مضامین ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بڑے پسند آرہے ہیں، اس کی ضرورت تھی اور گو اس وقت اس کی تعداد کم ہے لیکن اس کے بارے میں میں کہنا چاہتا ہوں جو لوگ اردو پڑھنا جانتے ہیں اُن کو اس رسالہ کا خریدار بننا چاہیئے۔ اس میں کافی اچھے مضامین ہیں بلکہ بعض مضامین کے ترجمے کرکے ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع کئے جارہے ہیں۔“

(دوسرے دن کا خطاب، جلسہ سالانہ یوکے 2012ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 9 اگست 2013، صفحہ 2)

Printed and Published by Jameel Ahmad Nasir, Owned by the Board of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Printed at Fazl e Umar Printing Press Harchwal Road, PO-Qadian. District Gurdaspur-143516, Issued at the office of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Mohalla Ahmadiyya Qadian, PO- Qadian. District Gurdaspur- 143516, Punjab. Editor: Muhammad Hameed Kausar